ساتواں مسئلہ

علمِ غیبِ رسول

کتاب وسنت کی روشنی میں

خدائے علّامُ الغیوب نے انبیائے کرام، بالخصوص سیّد الانبیا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم الصّلاۃ و السّلام کو بے شمار غیبی علوم عطا فرمائے اور یہ سلسلہ نزولِ قرآن کی تکمیل تک جاری رہا۔

اہلِ سنت کا عقیدہ

خالص الاعتقاد میں امام اہلِ سنت نے اہلِ سنت کا عقیدہ اس طرح بیان کیا ہے:

- ”اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کے دیے سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسّلام کو کثیر ووافر غیبوں کا علم ہے، یہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت کا ہی منکر ہے۔
- اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضلِ جلیل میں محمد رّسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا حصہ تمام انبیا، (اور) تمام جہاں سے اَتمّ واعظم ہے، اللہ عزّ وجلّ کی عطا سے حبیب اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزّ وجلّ ہی جانتا ہے۔ مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا“۔ (۱)

---

(۱) • خالصُ الاعتقاد، لإمامِ أهل السنة، مجدّد الإسلام، مولانا أحمد رضا عليه الرحمة، ص: ٢٣، ٢٤، رضا اكاديمي، مومبائي.
• الفتاوى الرضوية، ج:١٨، ص:٥٨٢، كتاب العقائد والكلام/ رساله: خالص الاعتقاد، إمام أحمد رضا اكاديمي، بريلي.

نیز اسی میں ہے:

● ”ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علما میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علومِ غیب جو مولیٰ عزّ وجلّ نے اپنے محبوبِ اعظم ﷺ کو عطا فرمائے۔ آیا: وہ روزِ اول سے روزِ آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عمومِ آیات واحادیث کا مفاد ہے، یا ان میں تخصیص ہے۔

بہت اہل ظاہر جانب خصوص گئے... اور عام علماے باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علماے ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا... ہمارا مختار، قولِ اخیر ہے جو عام عُرفاے کرام و بکثرت اَعلام کا مسلک ہے۔“(۱)

فرقۂ وہابیہ کا عقیدہ:

اس کے برخلاف فرقۂ وہابیہ کے امام مولوی اسماعیل دہلوی اپنے گروہ کا مذہب یہ بیان کرتے ہیں:

”اللہ کا سا علم کسی اور کو ثابت کرنا“ سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے۔ خواہ یہ عقیدہ انبیا و اولیا سے رکھے، خواہ پیر و شہید سے، خواہ امام و امام زادہ سے، خواہ بھوت و پری سے۔ **پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہو جاتا ہے۔**“(۲)

اگر کوئی مَعاذ اللہ کسی بندے کے لیے یہ مانے کہ اسے ”غیب کا علمِ ذاتی“ ہے یعنی اسے بغیر اللہ کے دیے خود اپنی ذات سے علم غیب حاصل ہے تو یہ ضرور شرک اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے کہ بغیر کسی کی عطا کے اپنی ذات سے غیب کا عالم ہونا عالمُ الغیب والشہادہ کے ساتھ خاص ہے۔

مگر یہ عقیدہ کہ اللہ کے مطلع فرمانے سے، اللہ کی عطا سے نبی کو علم غیب حاصل ہے، ہر گز شرک نہیں، بلکہ اس میں شرک کا کوئی ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں کہ یہ علم نبی کے لیے کتابُ اللہ و سنتِ رسول اللہ سے ثابت ہے اگر ”علم عطائی و اطلاعی“ شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کسی رسولِ مُرتضیٰ کو غیب پر اطلاع نہ دیتا کہ غیب پر اطلاع دینا فی الواقع غیر اللہ کو اپنا شریک بنانا ہے۔ حق یہ ہے کہ علم عطائی و اطلاعی

---

(۱) ● خالص الاعتقاد، ملتقطًا ص: ۲۶، ۲۷، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

● رسالةٌ مِن الفتاوى الرضوية، ج:۱۸، ص:۵۸٤/ كتاب العقائد والكلام، الإمام أحمد رضا اكاديمي، بريلي.

(۲) تقویۃ الایمان ص:۹، پہلا باب: شرک و توحید کے بیان میں، راشد کمپنی، دیوبند۔

بندے کے ساتھ خاص ہے، خدائے علیم و خبیر کا علم کبھی عطائی و اطلاعی ہو ہی نہیں سکتا۔

عطا اسے کیا جاتا ہے جس کے پاس نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے پاس تو سب کچھ ہے سارے علوم غیبیہ -جن کی کوئی حد و انتہا نہیں - اسے ہمیشہ سے حاصل ہیں اور ہمیشہ حاصل رہیں گے، اس کے خزائنِ علم میں کیا کمی ہے کہ کوئی اسے دے گا، وہ بھی غیر اللہ، جو خود ہی محتاج اور حادث و فانی ہے، کون ہے جو اسے کسی غیب پر مطلع کرے گا، اور کون سا غیب ہے جس پر وہ ازل سے ابد تک آگاہ نہیں، تو پھر کس غیب پر کوئی بندہ اسے اطلاع دے گا؟

الغرض جب اُس علّام الغیوب کا علم عطائی، ہو ہی نہیں سکتا تو اس کی عطا و اطلاع سے انبیا کے لیے علم غیب ماننا شرک نہیں ہوگا۔ "اللہ کا سا علم" کسی اور کو ثابت کرنا شرک ہے تو کیا "اطلاعی و عطائی علم" نبی کے لیے ماننا "اللہ کا سا علم" ہے، جب اس کا علم عطائی ہو ہی نہیں سکتا تو بندے کے لیے یہ علم ماننا ہرگز ہرگز "اللہ کا سا علم" ماننا نہیں ہے، پھر شرک کہاں سے در آیا۔ یہ امر اتنا واضح و روشن ہے کہ اس میں کسی صاحبِ عقل و دانش کو کوئی تامل نہیں ہوں سکتا۔

ہاں اگر فرقۂ وہابیہ کے امام اللہ تعالیٰ کا علم کسی کی اطلاع و عطا سے مانتے ہیں اس لیے انبیاے کرام کے لیے یہ علم ثابت کرنا شرک کہتے ہیں تو بتایا جائے کہ:

- کتاب اللہ سے اس پر کیا ثبوت ہے؟
- احادیث نبویہ سے اس پر کیا ثبوت ہے؟
- سلفِ صالحین اور خلفِ ربانیین سے اس پر کیا ثبوت ہے؟
- عقل و فہم سے اس کا کیا تعلق ہے؟

بات صاف، ستھری، بغیر کسی ہیر، پھیر کے عالمانہ وقار کے ساتھ ہونی چاہیے۔ ھاتوا برھانکم إن کنتم صٰدقین، فإن لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتّقوا اللہ، و کُوْنُوا مع الصّٰدِقِیْنَ.

ہاں! ہم اہلِ حق -اہل سنت و جماعت- کا اعتقاد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیا و مرسلین علیہم الصلاۃ و السلام کو غیب پر اطلاع دی، بلفظ دیگر علمِ غیب عطا فرمایا یہ کتابُ اللہ و سنتِ رسول اللہ سے ثابت ہے۔ اب آپ ایمانی نگاہوں سے ان دلائل کا نظارہ کیجیے۔

دلائل اہل سنت

کتاب اللہ سے غیب پر اطلاع کے دلائل

❶ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ.(۱)

ترجمہ: اللہ کی یہ شان نہیں کہ (اے عام لوگو) وہ تمھیں غیب پر اطلاع دے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے غیب کے لیے چن لیتا ہے۔

❷ ارشادِ ربّانی ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ.(۲)

اللہ عالم الغیب ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

❸ ارشاد باری ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾.(۳)

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

❹ ارشاد خداوندی ہے:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ.(٤)

ترجمہ: اے نبی، یہ غیب کی خبریں ہم تجھے وحی کرتے ہیں (چھپے طور پر بتاتے ہیں)

❺ ارشادِ الٰہی ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾.(٥)

(١) القرآن الحكيم، سورة آل عمران: ٣، الآية: ١٧٩.
(٢) القرآن الحكيم، سورة الجن: ٧٢، الآية: ٢٥، ٢٦.
(٣) القرآن الحكيم، سورة التكوير: ٨١، الآية: ٢٤.
(٤) القرآن الحكيم، سورة هود: ١١، الآية: ٤٩.
(٥) القرآن الحكيم، سورة النساء: ٤، الآية: ١١٣

ترجمہ: اور اے محبوب، ہم نے آپ کو وہ تمام علوم سکھا دیے جو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

❻ نیز اللہ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ (۱)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہیں۔

یہ آیات، شہادت دے رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو غیب کی باتیں وحی کے ذریعہ بتائیں، اپنے پسندیدہ رسولوں پر اظہارِ غیب فرمایا، انھیں اِطلاع بخشی۔

ہم اسی **اِطلاع غیب**، **اِظہارِ غیب**، اور **وحیِ غیب** کو "عطائے غیب" سے تعبیر کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ عالمُ الغیب جلّ جلالہٗ نے اپنے رسولِ مجتبیٰ اور اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیبی علوم عطا فرمائے، اور آیت نمبر ۳ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے اور آپ فیّاضی وکشادہ دلی کے ساتھ اسے بیان بھی کرتے ہیں، ایسا نہیں کہ کچھ نہ بتائیں۔ ان آیاتِ کریمہ کے مطابق مسلمان حضور کے لیے علم غیب مانتے ہیں، مگر "اللہ کا سا ذاتی علم غیب" نہیں، بلکہ صرف عطائی۔ اور "وہابی" ذاتی وعطائی سب کو شرک کہتا ہے۔

امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "علم غیب عطائی" کے ثبوت میں قرآن حکیم کی آیاتِ شریفہ سے بڑا زبردست استدلال کیا ہے، ہم یہاں وہ "استدلال" انھی کے کلمات میں مختصر ترمیم والتقاط کے ساتھ نقل کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

❼ "اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝۸۹ ع (۲)

اور اے محبوب، ہم نے تم پر "کتاب" اتاری جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت وبشارت۔

❽ خدائے پاک فرماتا ہے:

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ آل عمران: ۳، الآیۃ: ۴۹.
(۲) القرآن الحکیم، سورۃ النحل: ۱۶، الآیۃ: ۸۹.

مَا كَانَ حَدِيۡثًا يُّفۡتَرٰى وَلٰكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ كُلِّ شَىۡءٍ. (۱)

ترجمہ: قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے، بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف صاف، جدا جدا بیان۔

❾ خدائے علیم کا فرمان ہے: مَا فَرَّطۡنَا فِى الۡكِتٰبِ مِنۡ شَىۡءٍ. (۲) ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔

جب فرقانِ مجید ہر شے کا روشن و مفصل بیان ہے اور اہل سنت کے مذہب میں "شے" ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات، جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے۔

اور مِن جملۂ موجودات کتابتِ لوحِ محفوظ بھی ہے تو بلا شبہہ یہ بیانات اس کے مکتوبات کو بھی شامل ہوئے۔

اب یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھیے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے؟

- اللہ کا ارشاد ہے:

وَكُلُّ صَغِيۡرٍ وَّكَبِيۡرٍ مُّسۡتَطَرٌ. (۳)

ہر چھوٹی، بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے۔

- ارشادِ باری ہے:

وَكُلَّ شَىۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ فِىۡۤ اِمَامٍ مُّبِيۡنٍ ۝ (۴)

ہر شے ہم نے ایک "روشن پیشوا" میں جمع فرما دی ہے۔

- اللہ کا ارشاد ہے:

وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ۝ (۵)

کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر، اور نہ کوئی خشک، مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

(۱) القرأن الحكيم، سورة يونس: ۱۲، الأية: ۱۱۱.
(۲) القرأن الحكيم، سورة الأنعام: ٦، الأية: ۳۸.
(۳) القرأن الحكيم، سورة القمر: ٥٤، الأية: ٥٣.
(٤) القرأن الحكيم، سورة يٰس: ۳٦، الأية: ۱۲.
(٥) القرأن الحكيم، سورة الأنعام: ٦، الأية: ٥٩

نکرہ تحت نفی عموم کا فائدہ دیتا ہے:

"نکرہ" نفی کے تحت مفیدِ عموم ہے، اور لفظ "کُل" تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا، اور "عام" اِفادۂ استغراق میں قطعی ہے، اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہوں گے، بے دلیل شرعی ان میں تاویل و تخصیص کی اجازت نہیں، ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے... تو بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نصِّ صریح و قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور، صاحبِ قرآن۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ و صحبہٖ و بارَک وسلّم۔ کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات، جملہ مَا کَانَ و مَا یَکُوْنُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (جو کچھ ہو چکا، اور جو کچھ قیامت تک ہوگا) اور جمیع مندرجاتِ لوحِ محفوظ کا علم دیا۔ اور شرق و غرب، سماء و ارض، وعرش و فرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔

اور جب کہ یہ علمِ قرآنِ عظیم کے "تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" (ہر چیز کا روشن بیان) ہونے نے دیا اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلامِ مجید کا ہے، نہ ہر آیت، نہ سورت کا۔ تو نزولِ جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیا علیہم الصلاۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو: "لَمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ"[(۱)] (ہم نے تم سے کچھ رسولوں کے احوال نہ بیان کیے) یا منافقین کے باب میں فرمایا جاوے: "لَا تَعْلَمُھُمْ".[(۲)] (تم انھیں نہیں جانتے) تو یہ ہر گز اُن آیات کے منافی اور احاطۂ علمِ مصطفوی کا نافی نہیں۔

الحمد للہ، طائفۂ وہابیہ جس قدر قصص و روایات اور اَخبار و حکایات محمد رّسول اللہ ﷺ کے علمِ عظیم کے گھٹانے کو آیاتِ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے سب کا جواب انھیں دو فقروں میں ہو گیا۔"[(۳)]

اس دلیل کی بنیاد آیتِ کریمہ: "وَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ"[(٤)] ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتابِ مقدس نازل فرما کر اللہ عزّ وجلّ نے اپنے نبی ﷺ کو ہر چیز کے بارے میں

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ الغافر: ٤٠، الأیۃ: ٧٨.

(۲) القرآن الحکیم، سورۃ التوبۃ: ۹، الأیۃ: ۱۰۱.

(۳) ● رسالۃ: إنباء المصطفیٰ بحال سرّ وأخفی، ص: ٤، ٥، ٦، رضوی کتاب گھر، بریلی شریف.

● رسالۃٌ مِن الفتاوی الرضویۃ، ج:۱۸، ص: ٦١٠، ٦١١، ٦١٢/ کتاب العقائد والکلام، الإمام أحمد رضا اکادیمي، بریلي.

(٤) القرآن الحکیم، سورۃ النحل: ١٦، الأیۃ: ٨٩.

روشن معلومات سے آگاہ کیا۔ یہاں "تنزیل" کا لفظ عطائے غیب پر دلالت کرتا ہے۔

ان آیات کریمہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

- ایک یہ کہ حضور سید عالم ﷺ کو کثیر امور کا علمِ غیب حاصل ہے۔
- دوسری یہ کہ یہ علم غیب خدائے عالم الغیب کی عطا سے حاصل ہے، جیسا کہ وحی، تنزیل، تِبیان، اِطلاع اور اِظہار کے کلمات اس پر دلالت کرتے ہیں۔

کیا خدائے ذو الجلال نے اپنے انبیا و مرسلین علیہم الصلاۃ والسلام کو امور غیبیہ سے آگاہ فرماکر انھیں اپنے علم میں شریک کر دیا؟ اور کیا قرآن مقدس کی ان آیات پر ایمان ۔معاذ اللہ۔ شرک ہے؟ خدا قوم وہابیہ کو ہدایت دے۔

احادیث سے علم غیب کا ثبوت

کثیر احادیث کریمہ سے یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو خدائے پاک کی عطا سے علومِ غیب حاصل تھے۔

یہ احادیث دو طرح کی ہیں:

(الف) کچھ سے عمومی و کلّی طور پر آپ کے لیے علم غیب حاصل ہونا ثابت ہوتا ہے

(ب) اور کچھ سے خاص خاص جزئی امور میں علم غیب حاصل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کلّی و عمومی احادیث:

پہلے ہم عمومی احادیث پیش کرتے ہیں۔

(۱) عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- خُطْبَةً، مَا تَرَكَ فِيهَا شَيْئًا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ»، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَه وَجَهِلَه مَنْ جَهِلَه.[1]

ترجمہ: حضرت حُذَیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو قیامت

(۱) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۹۷۷، كتاب القدر / باب قوله: و كان أمرُ الله قدرًا، مجلس البركات، مبارك فور.

تک رونما ہونے والی تمام چیزوں کو بیان فرما دیا، جس نے یاد رکھا اسے معلوم ہے اور جس نے یاد نہ رکھا وہ بے علم ہے۔

یہی حدیث صحیح مسلم شریف میں اِن الفاظ میں ہے:

● عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّم- مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذٰلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلاَّ حَدَّثَ بِهِ. حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.(۱)

ترجمہ: حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان (خطبہ دینے کے لیے) کھڑے ہوئے تو آپ نے اُس وقت سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرما دیا، جس نے یاد رکھا اسے تو یاد ہے اور جو بھول گیا، بھول گیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطبہ دینے کے وقت سے قیامت تک کے جملہ مَا يَكُون کے غیبی علوم حاصل ہیں۔

② حَدَّثَنِي أبو زَيْدٍ (عَمْرُو بْنُ أَخْطَبَ) قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلّمَ- الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ **فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ** فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا.(۲)

ترجمہ: صحابیِ رسول حضرت ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر ہمیں ظہر تک خطبہ دیا، پھر منبر سے اترے اور نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر جا کر خطبہ دینے لگے یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا، پھر منبر سے اتر کر نماز پڑھائی، اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔

حضور نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس درمیان جملہ مَا كَان و ما يكون (جو کچھ آپ سے پہلے ہو چکا اور جو کچھ آپ کے بعد ہوگا) کی خبر دے دی، تو ہم میں زیادہ علم اُسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مَا كَان و مَا يكون کے دانائے

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۳۹۰، كتاب الفِتن و أشراطِ السّاعة، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۳۹۰، كتاب الفِتن و أشراطِ السّاعة، مجلس البركات، مبارك فور.

غیوب ہیں۔

اور یہ اعجازِ نبوت ہے کہ آپ نے بہت ہی مختصر وقت میں اپنے اصحاب کو جمیعِ ما کانَ وما یکونُ کی خبر دے دی جو بلا شبہہ آپ کے ایک وصف "جوامع الکلم" کا فیضان ہے۔

(۳) عَنْ (عبد اللہ) ابن عُمر، قال: قالَ رسولُ اللہ -صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّمَ-: إنَّ اللہَ -عزَّ و جلَّ- قد رَفَعَ لِيَ الدُّنیا، فَأنَا أنْظُرُ إلَیْھا و إلیٰ ما ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا إلی یوم القیامۃ، کأنّما أنظُرُ إلی کَفِّي ھذہ، جِلِّیَانٌ[1] مِّنَ اللہ جَلَّاہُ لِنَبِیِّہٖ کَمَا جَلَّا لِلنَّبیین من قَبْلِہٖ.[2]

ترجمہ: بے شک اللہ نے دنیا کو میرے سامنے کر دیا تو میں اسے اور قیامت تک اس میں جو کچھ ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، یہ مشاہدۂ کائنات اس روشنی کے سبب ہے جو اللہ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے مجھ سے پہلے انبیا کے لیے روشن فرمائی تھی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام.

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ:

(الف) اللہ عزّ وجل نے یہ دنیا اور قیامت تک جو کچھ اس میں ہوگا سب کو حضور ﷺ کے پیش نظر کر دیا تو آپ اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح تمام مَا کَان و ما یکون کا مشاہدہ فرماتے ہیں، لہٰذا آپ اللہ کی عطا سے "حاضر وناظر" ہیں۔

(ب) حضور ﷺ "جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا" سب کا علم رکھتے ہیں کہ جب سب کچھ آپ کے پیش نظر ہے تو آپ سب سے آگاہ ہیں۔

(ج) پہلے کے انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بھی اللہ عزّ وجلّ نے مَا کَان و ما یَکون کے غیوب عطا فرمائے تھے اور سب کچھ ان کے پیش نظر فرما دیا تھا۔

اس حدیث میں " إنّ اللہ قَد رفع لِيَ الدُّنیا" اور " جِلِیَانٌ مِّنَ اللہ جَلاہ لِنَبِیِّہٖ" کے الفاظ "انبیا کے علومِ غیبیہ" کے عطائی ہونے پر واضح طور پر دلالت کرتے ہیں۔ تو کیا یہ عطیۂ ربانی شرک ہے؟

ان تینوں احادیث سے مجموعی طور پر اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ حضور سیّد کائنات

(۱) جِلّیَان: بکسر الجیم و تشدید اللام المکسورۃ: الإظھار و الکشف، أي ھذا إظھارٌ و کشفٌ من اللہ. النھایۃ ج: ۱، ص: ۲۹۱، و لسان العرب، و تاج العروس. ۱۲ منہ

(۲) المعجم الکبیر للإمام الطبراني ج: ۱۳، ص: ۳۱۹/ مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، قاھرہ.

ﷺ نے صحابۂ کرام سے دنیا کے آغاز سے انجام تک کے سارے احوال بیان فرما دیے، یہاں تک کہ قیامت اور جنت یا جہنم میں جانے تک کے سارے غیب بتا دیے۔

قیامت کا وقت نہ بتانے کا سبب:

ان غیوب میں سب سے اہم ''علمِ قیامت'' ہے اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کو قرآن حکیم میں بار بار اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اس کا متعیّن وقت نہ بتایا جائے کیوں کہ متعدّد آیات میں یہ صراحت ہے کہ ''قیامت اچانک آئے گی'' مثلاً یہ آیات:

● حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتۡهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً قَالُوۡا یٰحَسۡرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطۡنَا فِیۡهَا .[1]

یہاں تک کہ جب ان (کافروں) پر قیامت اچانک آ گئی، بولے، ہائے افسوس اس پر کہ اس کے ماننے میں تقصیر کی۔

● اَفَاَمِنُوۡۤا اَنۡ تَاۡتِیَهُمۡ غَاشِیَةٌ مِّنۡ عَذَابِ اللّٰهِ اَوۡ تَاۡتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً وَّ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾ .[2]

کیا (مشرک) اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب انھیں آکر گھیر لے یا قیامت ان پر اچانک آجائے اور انھیں خبر نہ ہو۔

● وَلَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا فِیۡ مِرۡیَةٍ مِّنۡهُ حَتّٰی تَاۡتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً .[3]

اور کافر اس (قرآن یا دینِ اسلام) کے بارے میں ہمیشہ شک میں رہیں گے یہاں تک کہ قیامت ان پر اچانک آجائے۔

● هَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِیَهُمۡ بَغۡتَةً وَّ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۶۶﴾ .[4]

(ظالم) کاہے کے انتظار میں ہیں مگر قیامت کے کہ ان پر اچانک آجائے اور انھیں خبر نہ ہو۔

● بَلۡ تَاۡتِیۡهِمۡ بَغۡتَةً فَتَبۡهَتُهُمۡ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ .[5]

بلکہ قیامت ان (کافروں) پر اچانک آپڑے گی، تو انھیں بے حواس کر دے گی، پھر نہ وہ اسے پھیر سکیں گے اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة الأنعام: ٦، الآية: ٣١.
(۲) القرآن الحكيم، سورة يوسف: ١٢، الآية: ١٠٧.
(۳) القرآن الحكيم، سورة الحج: ٢٢، الآية: ٥٥.
(٤) القرآن الحكيم، سورة الزخرف: ٤٣، الآية: ٦٦.
(٥) القرآن الحكيم، سورة الأنبياء: ٢١، الآية: ٤٠.

اس مضمون کی اور بھی آیات ہیں اور ان سب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کافروں پر اچانک یوں آپڑے گی کہ انھیں اس کی خبر نہ ہوگی۔

ان آیات کو نازل فرماکر "مالكِ يوم دين" جلَّ جلالُہٗ نے یہ اشارہ فرمادیا ہے کہ قیامت کے مقررہ وقت اور سنہ کے بارے میں خبر نہ دی جائے کیوں کہ وقت اور سنہ کی تعیین ہوجانے کے بعد قیامت کا آنا بَغْتَةً یا" اچانک" نہ ہوگا، نہ ہی بے خبری میں ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ امین وَحیِ الٰہی حضرت سیّدنا جبریل امین علیہ السلام نے جب قیامت کا وقت دریافت کیا تو آپ نے لاعلمی نہیں ظاہر کی، بلکہ پُراسرار انداز میں وقتِ قیامت کے علم کا اظہار فرمایا، آپ کے ارشاد اقدس:"مَا المَسْؤلُ عَنها بِأعْلَمَ مِنَ السَّائلِ." سے یہی ظاہر ہے۔ پھر بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علاماتِ قیامت اس طرح بیان فرمادی ہیں کہ ان کے پیش نظر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے نزول کے بعد لوگوں کو یہ اندازہ ہوجائے گا کہ فلاں وقت تک صور پھونکا جائے گا۔ صحیحین وغیرہ کی حدیثوں سے یہ امر بخوبی عیاں ہے۔

④ رسول اللہ نے عین جنت اور عین جہنم کا مشاہدہ کیا:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهَا قَالَتْ . . . فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلاَّ قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ.(۱)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ . . . جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ خُسوف اور سورج گہن کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا:

---

(۱) • صحيح البخاري، ج:۱،ص:۱٤٤، أبوابُ الكسوف / بابُ صلاةِ النّساء مع الرّجالِ في الكسوف، مجلس البركات.

• صحيح البخاري، ج:۱،ص:۱۲٦، كتاب الجمعة / بابُ مَن قال في الخطبة بعدَ الثناءِ "أمّا بعد"، مجلس البركات.

• صحيح البخاري، ج:۱،ص:۳۱، كتابُ الوضوء / بابُ بابُ من لم يتوضأ إلّا مِنَ الغشي المثقّل، مجلس البركات.

• صحيح البخاري، ج:۱،ص:۱۸، كتاب العلم / بابُ من أجابَ الفتيا بإشارة اليد والرّأس، مجلس البركات.

"میں نے اس مقام پر وہ تمام چیزیں دیکھ لیں جنھیں پہلے نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ جنت اور جہنم کو بھی دیکھ لیا۔"

اس حدیث میں "شیٔ" کا لفظ نکرہ ہے جو "نفی" کے تحت واقع ہے اور ایسا نکرہ عام ہوتا ہے۔ اور لفظ "" میں تو یوں بھی بے پناہ عموم ہے، امام شمس الدین محمد کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:

"لفظُ الشّيء أعمُّ العام وقد وقع نكرةً في سياق النّفي أيضا."[1]

ترجمہ: لفظ "شيء" عام سے بھی زیادہ عام ہے پھر وہ نکرہ بھی ہے جو نفی کے بعد واقع ہے۔ (اور ایسا نکرہ یوں بھی عام ہوتا ہے۔ ن)

تو "ما من شيء" کے عموم میں ہر چیز شامل ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی شامل ہے، جیسا کہ ہم ان شاءاللہ جلد ہی اس کی صراحت بھی پیش کریں گے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع "ما کان و ما یکون" کے صرف دانائے غیوب ہی نہ تھے بلکہ خدائے قدیر و بصیر نے آپ کو ان تمام اشیا کا مشاہدہ بھی کرا دیا تھا۔

۵ عَنْ عَبْدِ الله بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ (بالجماعة- ن) . . .

قَالُوا: يَا رَسُولَ الله رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعْكَعْتَ. فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا، وَلَوْ أَصَبْتُهُ [أخذْتُه-[2]] لأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا. وَأُرِيتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ.[3]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں سورج گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ سورج گہن کی نماز (دو رکعت) پڑھی۔

(بعد نماز) صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ، ہم نے دیکھا کہ آپ اپنے مقامِ نماز سے ہاتھ بڑھا کر کچھ لینا چاہتے ہیں، پھر دیکھا کہ آپ پیچھے چلے آئے۔

تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی اور اس کے انگور کا ایک خوشہ ہاتھ بڑھا کر

---

(۱) الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري المعروف بشرح الكرماني، ج:۲، ص:۶۸، كتاب العلم / باب من أجاب الفُتيا، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان.

(۲) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۲۹۸، كتابُ الكسوف، مجلس البركات.

(۳) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۱۴۴، أبوابُ الكسوف / بابُ صلاةِ الكسوف جماعة، مجلس البركات.

لینا چاہا۔[۱] اگر میں لے لیتا تو تم لوگ رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔

اور مجھے جہنم بھی دکھائی گئی تو میں نے آج جیسا بھیانک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ (اُس وقت میں پیچھے ہٹ آیا۔)

اس حدیث کے کلمات خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں:

- میں نے جنت کا خوشہ انگور لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہے۔
- وہ خوشہ انگور تمھارے پاس لادیتا تو تم لوگ رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔
- جہنم کا بھیانک منظر دیکھ کر پیچھے ہٹ آیا۔

یہ کلمات شاہد ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں سے عین جنت اور عین جہنم کا مشاہدہ کیا؛ کیوں کہ جنت کا خوشہ ہاتھ میں لینا اور اسے لانے کی صورت میں اس کی برکاتِ لامتناہی کا ظہور اور جہنم کے بھیانک منظر سے نماز میں پیچھے ہٹ آنا عینِ جنت اور عینِ جہنم کے دیکھنے کی دلیل ہیں۔

دیوار قبلہ میں جنت اور جہنم کا عکس دیکھ کر کوئی صاحب عقل سلیم اس کے خوشے ہاتھ میں نہ لے گا، نہ اسے لانے پر اس کی برکاتِ لامتناہی بیان کرے گا، نہ ہی جہنم کا عکس دیکھ کر کوئی بلند ہمت، مرد عاقل پیچھے ہٹے گا۔

موبائل وغیرہ کی اسکرین اور آئینے میں کیسے کیسے خوشنما اور بھیانک مناظر سامنے آتے ہیں مگر کیا کوئی عقل مند ان کے ساتھ اصل مناظر کا سا معاملہ کرتا ہے؟ ہرگز نہیں، اس کا اعتراف سبھی کو ہے تو ان محسوسات کی روشنی میں عین جنت و جہنم اور ان کی عکوس کے فرق کو بھی سمجھنا چاہیے۔

ہاں بعض احادیث نبویہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ نے دیوار قبلہ میں جنت اور جہنم کا عکس دیکھا، مگر وہ الگ واقعہ ہے اور یہ اس سے الگ ایک دوسرا واقعہ ہے۔

(۲) عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- . . . فَصَلَّى

(۱) قال الإمام النووي رحمه الله تعالى في المنهاج شرح صحيح مسلم، ج:۱، ص: ۲۹۷، معنى "تناولتُ" صددت يدي لأخذه. ۱۲ منه

بِالنَّاسِ . . . فقال: فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ، فَصَلُّوا حَتَّى تَنْجَلِيَ.

مَا مِنْ شَيْءٍ تُوعَدُونَهُ إِلاَّ قَدْ رَأَيْتُهُ فِي صَلاَتِي هَذِهِ .

لَقَدْ جِيءَ بِالنَّارِ وَذَلِكُمْ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ مَخَافَةَ أَنْ يُصِيبَنِي مِنْ لَفْحِهَا . . . ثُمَّ جِيءَ بِالْجَنَّةِ، وَذَلِكُمْ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَقَدَّمْتُ، حَتَّى قُمْتُ فِي مَقَامِي.

وَلَقَدْ مَدَدْتُ يَدِي وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَتَنَاوَلَ مِنْ ثَمَرِهَا لِتَنْظُرُوا إِلَيْهِ، ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ لاَ أَفْعَلَ.

فَمَا مِنْ شَيْءٍ تُوعَدُونَهُ إِلّا وقَدْ رَأَيْتُهُ فِي صَلاَتِي هَذِهِ.(۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں حضرت ابراہیم بن رسول ﷺ کے وصال کے روز گہن لگا، تو آپ نے صحابہ کو نماز گہن پڑھائی۔

پھر فرمایا: جب تم کچھ بھی گہن دیکھو تو نماز پڑھو یہاں تک کہ سورج روشن ہو جائے۔

تم لوگوں سے جن جن چیزوں کا بھی وعدہ ہے وہ ساری چیزیں میں نے اپنی اس نماز میں دیکھ لیں۔ جہنم میرے سامنے کی گئی، یہ اس وقت کی بات ہے جب تم لوگوں نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا، میں اس کی آنچ لگنے کے اندیشے سے پیچھے ہٹ آیا تھا۔

اس کے بعد جنت میرے پیش نظر کی گئی، یہ اس وقت کی بات ہے جب تم لوگوں نے مجھے آگے بڑھتے دیکھا اور میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کچھ پھل لینے چاہے تا کہ تم لوگ بھی اسے دیکھ لو، پھر میری رائے یہ ہوگئی کہ ایسا نہ کروں۔

"تم سے جن چیزوں کا وعدہ ہے وہ تمام چیزیں میں نے اپنی اس نماز میں دیکھ لیں۔"

ان احادیث میں "مَا مِن شَيء كُنتُ لَمْ أرَهُ" اور "مَا مِن شَيء تُوعَدُوْنَهُ" کے الفاظ ان تمام چیزوں کو عام و شامل ہیں جنھیں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا ساتھ ہی ان تمام چیزوں کو بھی عام و شامل ہیں جن کا بندوں سے کتاب و سنت میں وعدہ کیا گیا ہے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان تمام چیزوں کا مشاہدہ بھی کرا دیا گیا۔

اس عموم میں احوال قبر، اہوالِ قیامت، حشر و نشر، حوض کوثر، جنت، جہنم اور دیدار باری بھی

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۱،ص:۲۹۷، ۲۹۸، كتابُ الكسوف ، مجلس البركات.

شامل ہیں، چنانچہ امام شمس الدین کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

"فإن قلتَ: هل فيه دلالة على أنه صلى الله تعالى عليه وسلم رأى في هذا المقام ذات الله تعالى؟

قلتُ: نعم، إذ الشيءُ يتناوله والعقلُ لا يمنعه والعرفُ لا يقتضي إخراجه."[1]

ترجمہ: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مقام میں اللہ تعالیٰ کے ذات جامع صفات کا بھی دیدار کیا؛ کیوں کہ لفظ "شيء" اسے بھی شامل ہے اور عقل اس کے شمول سے مانع نہیں اور عرفِ شرع اسے شَے کے عموم میں عدمِ شمول کا مقتضی نہیں۔

"رویت" کا حقیقی مفہوم "چشم سر سے مشاہدہ کرنا" ہے اور ● جنتی انگور لینے کے لیے ہاتھ بڑھانا، ● اس سے قریب ہونے کے لیے آگے بڑھنا ● اور جہنم کی آنچ سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹنا بھی عین جنت اور عین جہنم کے مشاہدے کی دلیل ہیں۔

الغرض ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں سے جن جن چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے، ان تمام چیزوں کا اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشاہدہ بھی کرا دیا، اس لیے آپ اللہ تعالیٰ کی عطا سے بے شمار غیوب کے دانائے راز اور دانائے غیوب ہیں۔

(۷) اللہ نے اپنا دستِ قدرت اپنے محبوب کے دو شانوں کے درمیان رکھ کر ہر چیز روشن فرما دی:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: احْتُبِسَ عَنَّا رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- ذَاتَ غَدَاةٍ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، حَتَّى كِدْنَا نَتَرَاءَى عَيْنَ الشَّمْسِ، فَخَرَجَ سَرِيعًا، فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَتَجَوَّزَ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهِ، فَقَالَ لَنَا: عَلَىٰ مَصَافِّكُمْ كَمَا أَنْتُمْ، ثُمَّ انْفَتَلَ إِلَيْنَا فَقَالَ: ... أَنِّي قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ، فَتَوَضَّأْتُ، فَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِي، فَنَعَسْتُ فِي صَلَاتِي فَاسْتَثْقَلْتُ، فَإِذَا أَنَا بِرَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ، ... فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَتَجَلَّىٰ لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ...

---

(۱) الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري المعروف بشرح الكرماني، ج:۲، ص:۶۸، كتاب العلم / باب من أجاب الفُتيا، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان.

قال أبو عيسىٰ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، صَحِيحٌ. سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ هٰذَا الحَدِيثِ، فَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ..(۱)

ترجمہ: حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر کے لیے (مسجد میں) آنے سے رُکے رہے، یہاں تک کہ لگتا تھا سورج طلوع ہو جائے گا، اتنے میں سرکار علیہ التحیۃ والثنا جلدی میں نکلے، نماز کی تکبیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختصر نماز پڑھائی اور سلام پھیر کر اعلان فرمایا کہ تم لوگ صف میں اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو، پھر حضور نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا کہ:

"میں رات بیدار ہوا، وضو کیا اور جو ہو سکا نماز پڑھی، پھر مجھے نماز میں اونگھ آگئی اور طبیعت بوجھل ہوگئی، اتنے میں میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کا اچھی صفت میں دیدار کیا، میں نے دیکھا کہ میرے رب نے اپنے دستِ قدرت کو میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، تو میرے لیے ہر چیز روشن ہوگئی، اور میں نے (ہر چیز) پہچان لی۔"

امام ابو عیسیٰ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حَسَن، صحیح ہے، میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

"كُلُّ شيءٍ" یعنی "ہر چیز" کے عموم میں ساری کائنات شامل ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کائناتِ عالم کی تمام اَشیا کا علم رکھتے اور پہچانتے ہیں کہ یہ ساری چیزیں حضور کے لیے روشن ہیں۔

مگر یہ تمام چیزیں کیا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی اپنی ذات سے روشن ہیں؟ اور آپ کا یہ علم و عرفان ذاتی ہے؟ ایسا نہیں۔

بلکہ اللہ عزّوجل نے اپنے فضلِ خاص سے یہ اعزاز عطا فرمایا، کہ "دستِ قدرت کو حضور کے سینۂ اقدس پر رکھا" اور ہر چیز روشن ہوگئی۔ —— تو یہ علم و عرفان خاص عطیۂ ربّانی ہے۔

⑧ مجھے مشرق و مغرب کے درمیان کی تمام چیزوں کا علم حاصل ہوگیا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- قَالَ: «أَتَانِي رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى؟ قُلْتُ: رَبِّ لاَ أَدْرِي، فَوَضَعَ يَدَهُ

(۱) جامع الترمذي ج: ۲، ص: ۱۵٦، أبواب التفسير/ سورة صٓ، مجلس البركات، مبارك فور.

بَيْنَ كَتِفَيَّ حتى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ **فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ**.[۱]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا رب بڑے شانِ جمال و زیبائی کے ساتھ ظاہر ہوا، اور دریافت کیا، کہ اے محمدؐ، ملائکۂ مُقرّبین کس چیز کے بارے میں بحث و تکرار کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی، پروردگار، مجھے نہیں معلوم۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ کرم میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور **مجھے "مشرق و مغرب کے درمیان" کی ساری چیزوں کا علم ہو گیا۔**

"ما بَيْنَ المشرقِ و المغرب" کا لفظ زمین سے لے کر آسمان تک جو کچھ بھی مشرق و مغرب میں ہے سب کو عام ہے کیوں کہ "مَا" الفاظِ عموم سے ہے اور "المشرِقِ والمغرِب" اپنے اطلاق کی وجہ سے زمین و آسمان دونوں کو شامل ہے۔ اس کی تایید حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت سے ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"فَعَلِمتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الأرض".[۲]

ترجمہ: تو مجھے وہ سب کچھ معلوم ہو گیا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمینوں میں ہے۔

حدیث نبوی کی ان دونوں روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدائے قدیر کے عطیۂ خاص سے وہ سب کچھ معلوم ہو گیا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمینوں میں ہے اور جو دونوں کے درمیان مشرق و مغرب کی وسعتوں میں ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے ترجمہ و شرح میں رقم طراز ہیں:

"پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود" عبارت ست از حصولِ تمامۂ علومِ جزوی و کلّی و احاطۂ آں۔[۳]

ترجمہ: "میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا سب جان لیا" اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو تمام علومِ جزوی و کلی حاصل ہو گئے اور آپ نے ان سب کا احاطہ کر لیا۔

---

(۱) جامع الترمذي، ج: ۲، ص: ۱۵۶، أبواب التفسير / سورة ص، مجلس البركات، مبارك فور.
(۲) جامع الترمذي، ج: ۲، ص: ۱۵۵، أبوابُ التفسير/ سورة ص، مجلس البركات، مبارك فور.
(۳) أشِعّة اللمعات ج: ۱، ص: ۳۵۷، باب المساجد و مواضع الصلاة/ الفصل الثاني، مكتبه حبيبيه، پاكستان.

⑨ میں نے زمین کے مشارق ومغارب کا مشاہدہ کیا:

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلمَ- "إِنَّ اللهَ زَوَى لِيَ الأَرْضَ حَتّٰى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا." (١)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا، یہاں تک کہ میں نے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔

کسی چیز کو دیکھنا اس کے علم کا ذریعہ ہوتا ہے تو مشارق ومغارب کو دیکھ لینا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کو مشارق ومغارب کا علم غیب حاصل ہے زمین اپنی وسعتوں کے باوجود سمٹ کر نگاہ نبوت کے سامنے ہوگئی اور اس کے علوم جو پہلے غیب تھے آپ کے لیے شھادۃ ہوگئے۔

⑩ آسمان کی چھوٹی، بڑی باتیں سرکار نے بیان فرمادیں:

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ : قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : لَقَدْ تَرَكَنَا رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- وَمَا فِي السَّمَاءِ طَيْرٌ يَطِيرُ بِجَنَاحِهِ إِلاَّ ذَكَّرَنَا مِنْهُ عِلْمًا. (٢)

نقلهُ الحافظ نورُ الدين عليُ بن أبي بكر الهيثمي في "مجمع الزوائد" وقال : رواه الطَّبراني ورجالهُ رجالُ الصحيح. (٣)

ترجمہ: حضرت عطا سے روایت ہے کہ صحابی رسول حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ آسمان میں کوئی پرندہ پَر مارنے والا ایسا نہیں جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم نہ دیا ہو۔

اس حدیث کو حافظ نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی نے اپنی کتاب "مجمع الزوائد" میں نقل کر کے لکھا کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا، اور اس کے رجال "صحیح" کے رجال ہیں۔

⑪ عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، قَالَ : تَرَكَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا طَائِرٌ يُقَلِّبُ جَنَاحَيْهِ فِي الْهَوَاءِ ، إِلَّا وَهُوَ يُذَكِّرُنَا مِنْهُ عِلْمًا. (٤)

---

(١) الصحيح لمسلم ج: ٢، ص: ٣٩٠، كتاب الفِتَن و أشراطِ الساعة، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) مسند أبي يَعلىٰ الموصلي، ج: ٩، ص: ٤٦، دار المأمون للتراث، دمشق.

(٣) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج:٨، ص: ٤٧٢، كتاب علامات النبوة/ بابٌ في ما أوتي من العلم، رقم الحديث: ١٣٩٧٣، دار الفكر.

(٤) المعجم الكبير للإمام الطبراني، ج: ٢، ص: ١٥٦/ مسند أبي ذر الغفاري، قاهره.

ذكره الحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي وقال : رواه أحمد والطّبراني ورجال الطبراني رجال الصّحيح غير محمد بن عبد الله بن يز يد المقري وهو ثقة، إه.[1]

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حال میں چھوڑ کر تشریف لے گئے کہ ہوا میں جو پرندہ بھی اپنے پَر ہلاتا ہے اس کے بارے میں آپ نے اپنے علم کا ذکر فرما دیا۔

اس حدیث کو حافظ نور الدین علی بن ابوبکر ہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں ذکر کر کے یہ لکھا کہ اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے رجال "صحیح" کے رجال ہیں، ہاں محمد بن عبداللہ یزید مقری صحیح کے رجال سے نہیں، تاہم ثقہ ہیں۔

ان احادیث سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوٹی سی چھوٹی چیز اور ایک ایک جزئی بات کا علم تھا۔

خصوصی وجزئی احادیث

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ خاص خاص واقعات اور جزئی امور میں کثرت کے ساتھ غیب کی خبریں دی ہیں جن میں ماضی کی خبریں بھی ہیں اور حال و مستقبل کی بھی، پسِ پُشت کی خبریں بھی ہیں اور قبروں میں پیش آنے والے حالات اور دِلوں کے اَسرار کی بھی۔ یہاں تک کہ کون شہید ہوگا اور کون جنتی، اور کس کا خاتمہ بالخیر ہوگا اور کون بُری موت مرے گا، ان سارے غیوب کی خبریں احادیث صحیحہ میں موجود ہیں اور سب درج بالا عمومی وکلّی احادیث کی تصدیق فراہم کرتی ہیں۔ اس نوع کی احادیث بے شمار ہیں، ہم اس مختصر میں سب کا احاطہ نہیں کر سکتے تاہم کچھ احادیث نذرِ قارئین ہیں:

(۱۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: . . . مَتَى السَّاعَةُ ؟ قَالَ: مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ. . . . ثُمَّ أَدْبَرَ، فَقَالَ: رُدُّوهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا، فَقَالَ هَذَا جِبْرِيلُ، جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ.[2]

---

(۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج:۸، ص: ۴۷۲، كتاب علامات النبوة/ بابٌ في ما أوتي من العلم، رقم الحديث: ۱۳۹۷۱، دار الفكر، بيروت، لبنان.

(۲) صحيح البخاري، ج:۱،ص:۱۴۴، أبوابُ الكسوف / بابُ صلاةِ الكسوف جماعة، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز مجمع عام میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے حاضر خدمت ہوکر یہ سوال کیا کہ "قیامت کب آئے گی"؟ تو آپ نے جواب دیا کہ "مجھے سائل سے زیادہ قیامت کا علم نہیں۔"

پھر وہ شخص واپس ہوا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً حکم دیا کہ اسے واپس لاؤ، مگر انھیں کچھ بھی نظر نہ آیا، تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے جو لوگوں کو دین سکھانے کے لیے تشریف لائے تھے۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جواب بلیغ میں غور فرمایئے، آپ یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ "مجھے قیامت کے وقت کا علم نہیں"

بلکہ یہ فرما رہے ہیں کہ:

"قیامت کے بارے میں مجھے سائل سے زیادہ علم نہیں۔"

اس کا حاصل دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ قیامت کے وقت کے بارے میں جو علم آپ کو حاصل ہے وہی مجھے بھی حاصل ہے اس سے زیادہ مجھے علم نہیں۔

اور آپ کو معلوم ہے کہ قیامت کا وقت بتانے سے اشارۃً منع کر دیا گیا ہے، وہی مجھے بھی معلوم ہے۔ یہ تو خدائے علّام الغیوب کا سرِّ مکنون ہے جس کا اظہار شان نبوت کے مناسب نہیں۔

اس حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ حدیث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم قیامت کی دلیل ہے مگر یہ ایک سرّ مخفی تھا اس لیے آپ نے قیامت کے وقت سے لوگوں کو آگاہ نہیں کیا، ہاں، قیامت کا علم ذاتی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور اللہ کی عطا سے رسول اللہ کو بھی حاصل ہے جیسا کہ آپ کے ارشادات سے ثابت ہوتا ہے جن کا تفصیلی بیان امام اہلسنت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسائل "الدولۃ المکیۃ اور الفیوضات الملکیّۃ" میں ہے۔

(۱۳) سرکار نے کثرت سے قیامت کی علامتیں بیان فرما کر ایک حد تک قیامت کے وقت سے آگاہ فرمادیا:

سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، ... قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-: « يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ - لاَ أَدْرِي: أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ

أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا - فَيَبْعَثُ اللهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُه.

ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ.

ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلاَ يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلاَّ قَبَضَتْهُ ... قَالَ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّم-.

قَالَ: «فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلاَمِ السِّبَاعِ لاَ يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَلاَ يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا. ... ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ. إلى آخر الحديث.»[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

- میری امت میں دجّال نکلے گا جو چالیس ... تک ٹھہرے گا۔ میں نہیں جانتا کہ آپ نے "چالیس دن" فرمایا، یا "چالیس مہینے" یا "چالیس سال"۔
- پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو۔ جو عُروہ بن مسعود ثقفی کے مشابہ ہوں گے۔ (آسمان سے) بھیجے گا، وہ دجّال کو تلاش کرکے ہلاک کر دیں گے۔ پھر لوگ سات سال تک (یوں خوش گوار ماحول میں) رہیں گے (کہ) دو آدمیوں کے درمیان کوئی عداوت نہیں ہوگی۔
- پھر اللہ عزّوجل شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جو روے زمین پر رہنے والے ایسے تمام لوگوں کی روح قبض کر لے گی جن کے دل میں ذرہ برابر خیر یا ایمان ہوگا۔

راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے یہ سب باتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہیں، سرکار نے مزید فرمایا کہ:

"پھر بُرے لوگ رہ جائیں گے جو چڑیوں کی طرح جلد باز اور درندہ صفت، بے عقل ہوں گے، وہ نہ کوئی اچھی بات اچھی سمجھیں گے اور نہ بُری بات بُری۔

- پھر (قیامت کا) صور پھونکا جائے گا۔"

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۴۰۳، كتاب الفِتَن و أشراطِ السّاعة/ بابُ ذكرِ الدّجّال، مجلس البركات، مبارك فور.

⑭ حضرت نَواس بن سَمعان کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاماتِ قیامت کی جو تفصیل حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کی ہے اس میں "چالیس دن" کا واضح بیان موجود ہے، وہ فرماتے ہیں:

قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا لَبْثُهُ فِي الأَرْضِ؟ قَالَ: «أَرْبَعُونَ يَوْمًا، يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ».[1]

ترجمہ: ہم نے عرض کی یا رسول اللہ، وہ زمین میں کب تک رہے گا؟ تو آپ نے فرمایا: چالیس دن۔ (اس کا) ایک دن سال بھر کے برابر ہوگا، ایک دن ایک ماہ کے برابر، اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر، اور باقی دن تمھارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔

حضرت نَواس بن سمعان کی حدیث کا آخری ٹکڑا یہ ہے:

فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ، فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ، وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ».[2]

ترجمہ: اللہ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ان کی بغلوں کے نیچے سے نکلے گی اور ہر مومن و مسلم کی روح قبض کرلے گی اور بدترین لوگ رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح جماع کریں گے، تو انھی پر قیامت قائم ہوگی۔

ان احادیث میں علاماتِ قیامت کی ترتیب بہت واضح الفاظ میں یہ بیان کی گئی ہے:

(ا) دجّال کا خروج: یہ ہمارے دنوں کے لحاظ سے ایک سال، دو ماہ، چودہ دن اس زمین پر رہے گا۔

(ب) حضرت عیسیٰ –علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام– کا آسمان سے نزول۔ آپ دجّال کا تعاقب کرکے اسے موت کے گھاٹ اتاریں گے۔

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۴۰۱، كتاب الفِتَن و أشراطِ السّاعة/ باب ذكر الدّجال، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۴۰۴، كتاب الفِتَن و أشراطِ السّاعة/ باب ذكر الدّجال، مجلس البركات، مبارك فور.

(ج) پھر سات سال بعد اللہ تعالیٰ وہ ٹھنڈی اور پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ہر صاحبِ ایمان کی روح کو قبض کرلے گی اور روے زمین پر صرف بدترین لوگ رہ جائیں گے، کہیں کوئی اللہ، اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔

(د) پھر صور پھونکا جائے گا اور ان بدترین لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔

حضور سید عالم ﷺ کے یہ ارشادات روز روشن کی طرح دلالت کرتے ہیں کہ ابھی اسلام زندہ ہے، ابھی ایمان باقی ہے۔

وہ ہَوا تو اُس وقت چلے گی جب قیامت بہت ہی قریب آچکی ہوگی، اور اس سے پہلے دجّال کا خروج ہوچکا ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لاکر اسے ہلاک کرچکے ہوں گے۔

ساری دنیا یقین رکھتی ہے کہ ابھی نہ وہ دجّالِ اکبر آیا، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔

امام الوہابیہ کے مطابق وہ ہَوا چل چکی جو ہر مومن ومسلم کی روح قبض کرلے گی:

مگر امامِ فرقۂ وہابیہ کے مطابق وہ ہوا بہت پہلے چل چکی، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

”پھر اللہ آپ ہی ایک ایسی باو بھیجے گا کہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مرجاویں گے اور وہی لوگ رہ جاویں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں،... سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا“۔[1]

”پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا“

اس کا مطلب صاف صاف یہی ہے کہ وہ ہوا چل چکی، سارے مسلمان دنیا سے اٹھالیے گئے، اور روے زمین پر صرف کفار رہ گئے۔ یہ بھی خیال نہ رہا کہ جب سب مسلمان اٹھالیے گئے اور صرف کافر رہ گئے تو خود جناب بھی تو انھی میں سے ہوئے۔

یہ ہے امامِ فرقہ حدیث کا فہم حدیث اور مذہب واعتقاد جو بلا شبہہ حدیث نبوی کے مخالف ہے۔

خیر، یہ تو ایک ضمنی گفتگو درمیان میں آگئی، ہم تو ان احادیث نبویہ سے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ:

حضور سید عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیبی علوم عطا فرمائے ہیں، ان احادیث میں جن غیبی خبروں کا تذکرہ ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) قیامت آنے سے پہلے دجّال کا خروج ہوگا۔

---

(۱) تقوية الإيمان ص: ۳۸، الفصل الرابع في ذكرِ ردِّ الإشراك في العبادة، راشد كمپني، ديو بند.

(۲) وہ چالیس دن تک اس روئے زمین پر رہے گا۔

(۳-۶) اس کا ایک دن سال بھر کا، دوسرا دن ایک ماہ کا، تیسرا دن ایک ہفتہ کا اور بقیہ دن معمول کے مطابق ہوں گے۔

(۷) اس کے بعد آسمان سے حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبیّنا وعلیہ الصلاۃ والسلام تشریف لائیں گے۔

(۸) دجّال کا تعاقب کرکے اسے ہلاک کریں گے۔

(۹) اس کے بعد سات سال کا زمانہ بڑے امن و محبت و سکون کا زمانہ ہوگا۔

(۱۰) پھر ایک پاکیزہ، ٹھنڈی ہوا چلے گی جس سے تمام اہلِ ایمان دنیا سے اٹھا لیے جائیں گے۔

(۱۱) زمین پر صرف بُرے لوگ رہ جائیں گے۔

(۱۲) پھر انھی پر قیامت برپا ہوگی۔

حدیث ہم نے اختصار کے ساتھ نقل کی ہے پوری حدیث میں اور زیادہ غیبی اَخبار ہیں ان غیبی اَخبار کی بنا پر ہم یہی مانتے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے دانائے غیوب ہیں۔

اس حدیث میں حضور سید عالم ﷺ نے قیامت کی نشانیاں جس ترتیب سے بیان فرمائی ہیں اس سے زمانۂ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے ہی اہلِ علم کو قیامت کے اِمکانی وقت کا اندازہ ہو جائے گا، اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کے دلوں سے کینہ نکل جائے گا، مال کی محبت چلی جائے گی، اور ان کی نگاہ میں ایک سجدہ دنیا و متاعِ دنیا سے بہتر ہوگا۔

(۱۴) آنے والے زمانے کی خبر کہ: "اللہ حسنِ مجتبیٰ کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا":

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ (البصري) يَقُولُ: اسْتَقْبَلَ -وَاللهِ- الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّي لَأَرَىٰ كَتَائِبَ لَا تُوَلِّي حَتَّى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا. فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: -وَكَانَ وَاللهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ- أَيْ عَمْرو، إِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ، وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ مَنْ لِي بِأُمُورِ النَّاسِ، مَنْ لِي بِنِسَائِهِمْ، مَنْ لِي بِضَيْعَتِهِمْ.

فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرٍ، فَقَالَ: اذْهَبَا إِلَى هٰذَا الرَّجُلِ، فَاعْرِضَا عَلَيْهِ، وَقُولَا لَهُ، وَاطْلُبَا إِلَيْهِ. فَأَتَيَاهُ، فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا، وَقَالَا لَهُ، وَطَلَبَا إِلَيْهِ.

فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَائِهَا. قَالَا: فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا، وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ. قَالَ: فَمَنْ لِي بِهَذَا؟ قَالَا: نَحْنُ لَكَ بِهِ. فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلاَّ قَالَا: "نَحْنُ لَكَ بِهِ". فَصَالَحَه.

فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- عَلَى الْمِنْبَرِ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ، وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرىٰ، وَيَقُولُ « إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، **وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ** »[1].

ترجمہ: ابو موسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حَسَن بصری سے یہ فرماتے سنا کہ حضرت حَسَن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت مُعاویہ کے مقابلے میں پہاڑوں کے مثل لشکر لے کر گئے، تو حضرت عَمرو بن عاص نے کہا کہ میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو واپس نہیں لوٹ سکتا، جب تک کہ اپنے مقابل سارے لوگوں کو قتل نہ کر دے، اس پر حضرت معاویہ نے کہا- اور امیر معاویہ دونوں (امیر معاویہ و عمرو بن عاص) میں بہتر تھے- اے عَمرو، اگر ان لوگوں نے اُن لوگوں کو، اور اُن لوگوں نے اِن لوگوں کو قتل کر دیا تو لوگوں پر حکومت کرنے کے لیے میرے پاس کون ہوگا، میرے پاس ان کی عورتوں کی دیکھ بھال کرنے والا کون ہوگا۔ ان کے بے سہارا بچوں اور اپاہجوں کے لیے کون ہوگا؟

پھر انھوں نے قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے دو آدمیوں - عبد الرحمٰن بن سَمُرہ اور عبد اللہ بن عامر- کو حضرتِ حَسَن مجتبیٰ کے پاس اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ: "اُن صاحب کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے صلح پیش کرو، ان سے گفتگو کرو، اور انھیں صلح کی طرف بلاؤ"۔

یہ دونوں نمائندے حضرت حسنِ مجتبیٰ کی خدمت میں آئے اور آپ سے ملاقات کر کے بات چیت کے دوران صلح کی پیش کش کی۔

اس پر حضرت حسنِ مجتبیٰ نے فرمایا کہ "ہم عبد المطلب کی اولاد ہیں، ہم نے یہ مال پایا ہے اور یہ قوم اپنے خون میں لتھڑی ہوئی ہے"

ان دونوں نے کہا کہ وہ (حضرت مُعاویہ) آپ کی خدمت میں اتنا، اتنا پیش کرتے ہیں۔ اور صلح کے طالب ہیں اور صلح کا سوال کرتے ہیں۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۳۷۲، ۳۷۳، كتاب الصُّلح/ باب قولِ النّبي صلّى الله تعالىٰ عليه وسلّم للحسن بن علي: ابني هذا سيِّد، و لعلّ الله أن يُّصلِح به بين فئتَين عظيمتَين، مجلس البركات، مبارك فور.

حضرت حَسَن نے پوچھا: اس کا ضامن کون ہے؟ تو دونوں نے عرض کیا کہ ہم ضامن ہیں۔

الغرض حضرت حَسَن مجتبیٰ جو بھی سوال کرتے، سب کے جواب میں یہ دونوں نمائندے یہی کہتے کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ اس پر حضرت حسن مجتبیٰ نے صلح کرلی۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرہ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر جلوہ افروز دیکھا اور حَسَن بن علی حضور کے پہلو میں تھے، حضور کبھی مجمع کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف، اور فرماتے: **"میرا یہ بیٹا سیّد ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔"**(۱)

اس حدیث میں "دو بڑی جماعتوں" سے مراد حضرت امیر مُعاویہ اور حضرت امام حَسَن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دونوں لشکرِ جرار ہیں۔ اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بلاشبہ غیب کی اہم خبر ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو یہ معلوم تھا کہ حَسَن مجتبیٰ آیندہ خلافت اور صلح کے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے، اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے تیس سال بعد ہزاروں صحابہ و تابعین نے اس "غیبی خبر" کی صداقت کا منظرِ جمیل اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا۔ کیا ایسی غیبی خبر کی تصدیق بھی شرک ہو سکتی ہے؟

⑮ حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر فتحِ خیبر کی پیشگی بشارت:

عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلّم- فِي خَيْبَرَ، وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ، فَقَالَ: أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّم- فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلّم-، فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا اللهُ فِي صَبَاحِهَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّم-: «لأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ -أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ- غَدًا رَجُلاً يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ -أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ- يَفْتَحُ اللهُ عَلَيْهِ». فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوهُ، فَقَالُوا: هَذَا عَلِيٌّ. فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ.(۲)

ترجمہ: حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے غزوۂ خیبر

(۱) نزہۃ القاری، کچھ ترمیم واضافے کے ساتھ۔

(۲) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۵۲۵، كتاب المناقب/ بابُ مناقب علي بن أبي طالب أبي الحسن القُرشي، مجلس البركات، مبارك فور.

میں پیچھے رہ گئے تھے، انھیں آشوبِ چشم ہو گیا تھا۔ انھوں نے سوچا کہ میں تو رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ جا رہا ہوں، تو یہ نکل پڑے اور نبی اکرم ﷺ سے جا ملے۔ جب اس شب کی شام ہوئی جس کی صبح میں اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں کل عَلَم ایک ایسے شخص کو عطا کروں گا، یا عَلَم ایسا شخص لے گا جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں، یا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔"

ہم نے دیکھا کہ حضرت علی آگئے حالاں کہ ہمیں ان کے آنے کی امید نہ تھی، لوگ کہنے لگے یہ تو حضرت علی ہیں۔ آگئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو عَلَم عنایت فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کو " آنے والے کل میں کیا ہوگا" اس کی خبر تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک تو پیچھے رہ گئے تھے، دوسرے آشوبِ چشم سے پریشان تھے اس لیے کسی کو یہ توقع نہ تھی کہ فتح خیبر کا سہرا ان کے سر سجے گا، مگر وہ آگئے اور جیسا کہ اس حدیث کی دوسری روایت میں ہے آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگا دیا تو وہ شفایاب بھی ہو گئیں، پھر آپ نے حضرت علی کو عَلَم عطا فرما کر میدانِ جنگ کے لیے روانہ فرما دیا تو دنیا یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی کہ انھوں نے اپنی خداداد قوت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قلعۂ خیبر کو فتح بھی کر لیا اور سرورِ کونین ﷺ کی بشارت کا سبھی نے اپنے سر کی آنکھوں سے نظارہ کیا۔ کیا یہ حدیثِ صحیح سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیب دانی کی واضح دلیل نہیں ہے، اور کیا اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آپ کو کل آئندہ میں رونما ہونے والے واقعات کی خبر ہے۔

⑯ دنیا اور آخرت کے احوالِ خیر سے آگاہی اور بشارت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَىٰ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! دُلَّنِي عَلَىٰ عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ: «تَعْبُدُ اللهَ، لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ».

قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا أَزِيدُ عَلَىٰ هٰذَا شَيْئًا أَبَدًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ. فَلَمَّا وَلَّىٰ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «**مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَىٰ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَىٰ هٰذَا**».(۱)

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۳۱، كتاب الإيمان / باب السُّؤال عن أركانِ الإسلام، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسولَ اللہ، مجھے ایسا عمل بتائیے جس کو کرکے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ● اللہ کی عبادت کرو، ● اور اس کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرو، ● اور فرض نماز پابندی سے ادا کرو، ● اور فرض زکات بھی ادا کرو ● اور رمضان کے روزے رکھو۔

تو اُن صحابی نے عرض کیا، قسم اُس ذاتِ یگانہ کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں ان فرائض پر (اپنی طرف سے) کچھ بھی، اور کبھی بھی زیادہ نہ کروں گا، نہ ان میں کوئی کمی کروں گا۔

جب وہ واپس ہوئے، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جسے اہل جنت کے کسی آدمی کو دیکھنے سے مسرت ہو تو وہ اسے دیکھ لے۔"

اس حدیث میں حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کی تین خبریں دی ہیں جیسا کہ امام ابوزکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس انکشاف سے عیاں ہے، فرماتے ہیں:

فالظاهرُ منه: أنّ النّبيّ -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلّم- عَلِمَ:

● أنّهٗ يُوْفِي بمَا الْتَزَمَ، ● وأنّهٗ يدومُ على ذٰلك، ● و يدخُلُ الجَنّةَ.(۱)

ترجمہ: ارشاد نبوی سے ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ ● اُن صحابی نے جن طاعات کا التزام کیا ہے انھیں پورا کریں گے ● اور وہ انھیں ہمیشہ کریں گے ● اور جنت میں داخل ہوں گے۔

بلا شبہہ یہ تینوں باتیں غیبی اَخبار ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھیں، ساتھ ہی یہ "غیبی اَخبار" اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور سید انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ وہ اَعرابی کل آیندہ کیا کریں گے۔

(۱۷) مدینہ سے سیکڑوں میل دور رونما ہونے والے واقعات سے سرکار نے بروقت آگاہ کیا:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ -صلّى الله عليه وسلّم- نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ، فَقَالَ: « أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ

---

(۱) المنهاج شرح الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۳۱، كتاب الإيمان/ بابُ السُّؤال عن أركانِ الإسلام، مجلس البركات، مبارك فور.

فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ - وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ - حَتَّى أَخَذَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ حَتَّى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ ».(۱)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت زید، حضرت جعفر، اور حضرت ابن رواحہ کے شہید ہونے کی خبر جنگ سے ان کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ہی دے دی۔ آپ نے فرمایا:

- زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور وہ شہید ہو گئے،
- پھر جعفر نے لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے،
- پھر ابن رواحہ نے لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

یہ خبر دیتے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہاں تک کہ سیف اللہ (خالد بن ولید) نے جھنڈا تھام لیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

سرکار علیہ الصلاۃ والسلام مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے مگر جنگ مُوتَہ میں پیش آنے والے اہم واقعات کی غیبی خبریں اس طور پر دے رہے تھے جیسے کوئی اپنی ہتھیلی کے نشانات دیکھ دیکھ کر بتاتا جائے۔

اس حدیث پاک میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آٹھ غیب کی خبریں دی ہیں، دو، دو خبریں جنگ کا جھنڈا ہاتھ میں لینے اور شہید ہونے کی۔ دو ہاتھ میں جھنڈا لینے اور فتح یاب ہونے کی۔ تو ثابت ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا شبہہ دانائے غیوب ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مُوتَہ سے سیکڑوں کلومیٹر(۲) دور رہتے ہوئے خبر دے رہے ہیں کہ کون کہاں فوت ہو رہا ہے تو آپ کو "بأيّ أرضٍ تموتُ" کا بھی علم ہے۔

⑱ رسول نے یہ بتا دیا کہ کون، کہاں مرے گا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقام بدر میں پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ. وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الأَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا، قَالَ: فَمَا مَاطَ

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ٦١١، كتاب المغازي/ باب غزوةِ مُوتَةَ مِن أرضِ الشام، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) "سیکڑوں کلومیٹر" مُوْتَہ: ملک شام کا ایک قصبہ ہے جس کا فاصلہ مدینہ منورہ سے جدید آلات پیمائش کے مطابق ۹۸۷ کلومیٹر، ۹۰۰ میٹر بتایا جاتا ہے۔ ۱۲منہ۔

أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ الله صلّى الله عليه وسلّم.(۱)

ترجمہ: یہ فلاں کے ہلاک ہونے کی جگہ ہے اور آپ اپنا ہاتھ زمین پر رکھ کر فرماتے، یہاں اور یہاں۔ (یعنی فلاں، فلاں یہاں، یہاں قتل ہوکر گریں گے) راویِ حدیث کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے جو نشان دہی فرمائی تھی اس جگہ سے ہٹ کر اِدھر اُدھر کوئی نہ گرا۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

و فيه معجزتان مِن أَعْلامِ النبوة. أحدُهما: إخبارُه -صلَّى الله تعالىٰ عليه وسلم- بمَصرعِ جَبابِرَتهم، فلم يتعدّ مَصْرَعَه. إلخ.(۲)

اس حدیث میں دو معجزے ہیں جو نبوت کے دلائل سے ہیں۔ پہلا معجزہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ظالموں کے قتل ہونے کی جگہ بتادی تو کوئی اس سے اِدھر اُدھر نہ گرا۔

(۲۰) حضور پُرنور سید المرسلین ﷺ کا یہ ارشاد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ، خدا کی قسم کھا کر بیان کیا ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رویتِ ہلال کے ایک واقعے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثُمَّ أَنْشَأَ (عُمَرَ -ن) يُحَدِّثُنَا عَنْ أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- كَانَ يُرِينَا مَصَارِعَ أَهْلِ بَدْرٍ بِالأَمْسِ يَقُولُ: «هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ». قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا أَخْطَئُوا الْحُدُودَ الَّتِي حَدَّ رَسُولُ الله -صلى الله عليه وسلم-.(۳)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سے اہل بدر کے بارے میں بیان کرنے لگے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک روز پہلے ہمیں اہل بدر کی ہلاکت گاہیں دکھا دی تھیں اور بتا دیا تھا کہ فلاں کل یہاں ہلاک ہوگا اِن شاءاللہ۔

حضرت عمر نے کہا: اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، رسول اللہ

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۱۰۲، كتابُ الجهاد و السِّيَر، بابُ غزوة بدر، مجلس البركات.

(۲) المنهاج شرح الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۱۰۲، كتاب الجهاد والسِّير/ باب غزوة بدر، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۳۸۶، ۳۸۷، كتاب الجنّةِ وصفةِ نعيمها وأهلها، مجلس البركات، مبارك فور.

ﷺ نے ہر ایک کے ہلاک ہونے کی جو جگہ بتائی تھی کوئی اس سے ادھر ادھر نہ گرا۔

اب یہاں آیت کریمہ "وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ" کو بھی پیش نظر رکھیے تو کتاب وسنت میں موافقت کی واضح صورت سامنے آئے گی کہ کون کہاں مرے گا یہ کسی کو نہیں معلوم، لیکن خدائے علیم وخبیر کے بتانے سے رسول اللہ ﷺ کو معلوم بھی ہے اور بتاتے بھی ہیں۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کو معلوم تھا کہ کون کہاں مرے گا۔ اور اس سلسلے میں آپ نے جو فرمایا وہی ہو کر رہا۔

⑳ پیٹھ پیچھے ظاہر وباطن کا نظارہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- قَالَ: «هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا، وَاللهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلاَ خُشُوعُكُمْ وَإِنِّي لأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي».(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میری توجہ یہاں ہے، اللہ کی قسم مجھ پر تمھارا رکوع و خشوع مخفی نہیں ہے، میں بلا شبہہ تم کو اپنی پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

㉑ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- قَالَ: «أَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي، وَرُبَّمَا قَالَ: مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ».(۲)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم رکوع و سجود صحیح طور پر ادا کرو، میں اللہ کی قسم تم کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں، اور کبھی آپ نے فرمایا: جب تم لوگ رکوع اور سجدہ کرتے ہو تو میں تم لوگوں کو اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

حضور سید عالم ﷺ نے ان احادیث میں اپنی غیب دانی کے دو ثبوت دیے ہیں:

- ایک یہ کہ آپ اپنی پشت کے پیچھے ہونے والے امور کو دیکھتے ہیں، کون رکوع و سجود صحیح طور پر ادا کر رہا ہے اور کون غلط طور پر ادا کر رہا ہے یہ سب کچھ سرکار مشاہدہ فرماتے ہیں۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۱۰۲، كتاب الأذان/ باب الخشوع في الصّلاة، مجلس البركات؛

(۲) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۱۰۲، كتاب الأذان/ باب الخشوع في الصلاة، مجلس البركات، مباركپور.

● دوسرے یہ کہ قلبی کیفیات پر بھی آپ کی نظر ہے۔ خشوع و خضوع کا تعلق دل کے نہاں خانے سے ہے مگر وہ بھی آپ کی نگاہ سے مخفی نہیں۔

⑭ دنیا کے غیبی احوال اور قبر کے ناقابل ادراک اسرار کی خبر:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ -صلّى الله عليه وسلّم- بِحَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ -صلّى الله عليه وسلّم-: «يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ»، ثُمَّ قَالَ: «بَلىٰ، كَانَ أَحَدُهُمَا لاَ يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَكَانَ الآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ». ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ، فَوَضَعَ عَلىٰ كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً. فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ! لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ: «لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا -أَوْ- إِلىٰ أَنْ يَيْبَسَا». (۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن پر اُن کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ تو نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور ان کو کسی ایسے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے جس سے بچنا دشوار ہو،

پھر آپ نے فرمایا:

ان دونوں میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا، پھر آپ نے کھجور کی ایک شاخ منگا کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر رکھ دیا۔ آپ سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا، تاکہ یہ شاخیں جب تک خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں تخفیف رہے۔

اس حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حال اور ماضی دونوں زمانوں کے غیوب کی خبر دی ہے۔

● آپ بتا رہے ہیں کہ دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے، یہ زمانۂ حال کا غیب ہے۔

● اور آپ نے اس عذاب کا سبب بتایا کہ ایک پیشاب کے ناپاک چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۳۴، ۳۵، كتاب الوضوء/ باب مِن الكبائر أن لا يستتر من بوله، مجلس البركات، مبارك فور.

دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ یہ دونوں گناہ زمانۂ ماضی کے ہیں۔

ان دونوں نے اپنی زندگی میں یہ گناہ نہ جانے کب کب کیے ہوں گے مگر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں کی خبر پورے جزم کے ساتھ دے رہے ہیں جو بلا شبہہ غیبی اخبار ہیں۔

۴۳ قیامت کی پہلی نشانی، جنت کی پہلی غذا اور بعض اسرارِ خلقت کی خبر:

حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَلامٍ بَلَغَهُ مَقْدَمُ النَّبِيِّ -صلَّى الله عليه وسلَّمَ- الْمَدِينَةَ ، فَأَتَاهُ يَسْأَلُهُ عَنْ أَشْيَاءَ ، فَقَالَ: إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلاثٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلاَّ نَبِيٌّ.

- مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟
- وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ؟
- وَمَا بَالُ الْوَلَدِ يَنْزِعُ إِلَىٰ أَبِيهِ أَوْ إِلَىٰ أُمِّهِ؟

قَالَ: أَخْبَرَنِي بِهِ جِبْرِيلُ آنِفًا. قَالَ ابْنُ سَلاَمٍ: ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ ، قَالَ:

- أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ.
- وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ، فَزِيَادَةُ كَبِدِ الْحُوتِ.
- وَأَمَّا الْوَلَدُ ، فَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ ، وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ مَاءَ الرَّجُلِ نَزَعَتِ الْوَلَدَ.

قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلَٰهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللهِ.[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ عبد اللہ بن سلام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے کی اطلاع ملی تو وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند چیزوں کے بارے میں سوال کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

انھوں نے کہا کہ میں آپ سے تین ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کر رہا ہوں جن کو نبی کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔

(۱) قیامت کی سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟

(۲) اہلِ جنت سب سے پہلے کیا کھائیں گے؟

(۱) صحيح البخاري ج: ۱، ص: ٥٦١، كتاب بنيان الكعبة/ بعد باب كيف آخى النبي ﷺ بين أصحابه، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) اولاد کبھی اپنے والد کے مُشابِہ ہوتی ہے اور کبھی اپنی ماں کے مُشابِہ ہوتی ہے، اس کا سبب کیا ہے؟

حضور ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی حضرت جبرئیل نے مجھے اس کی خبر دی ہے، ابن سلام نے کہا وہ تو فرشتوں میں یہودیوں کے دشمن ہیں۔

حضور ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

● قیامت کی سب سے پہلی نشانی ایک عظیم آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی۔

● اور اہل جنت کی سب سے پہلی غذا مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے۔

● رہا اولاد کا باپ یا ماں کے مُشابِہ ہونا، تو اس کا سبب یہ ہے کہ جب مرد کا نطفہ عورت کے مادۂ منویہ پر سبقت لے جاتا ہے تو اولاد مرد کے مُشابِہ و ہم شکل ہوتی ہے اور جب عورت کا مادۂ تولید مرد کے نطفے پر سبقت لے جاتا ہے تو اولاد ماں کے مُشابِہ و ہم شکل ہوتی ہے۔

یہ جواب سن کر وہ بول پڑے: أشهد أن لَّآ إله إلّا الله و أنّك رسولُ الله۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(۴۴) حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شہادت کی خبر:

عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ -صلَّى الله عليه وسلَّمَ- صَعِدَ أُحُدًا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَرَجَفَ بِهِمْ. فَقَالَ: اثْبُتْ أُحُدُ! فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ.[1]

ترجمہ: حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک نے یہ حدیث بیان کی کہ نبیِ اکرم ﷺ اور ابو بکر و عمر و عثمان اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ان مقدس ہستیوں کی وجہ سے (خوشی میں) ہلنے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے اُحد! ٹھہر جا، کیوں کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صِدّیق اور دو شہید ہیں۔

اس حدیث میں "دو شہید" سے مراد حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں، یہ دونوں خلفاے راشدین سے ہیں اور یہ اپنے عہد خلافت میں شہید ہوئے۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۵۱۹، كتاب المناقب، تحت "باب" بعد "باب" قول النبي ﷺ: لو كنتُ متخذًا خليلاً، مجلس البركات، مبارك فور.

حضور سید عالم ﷺ نے جس وقت اِن حضرات کی شہادت کی غیبی خبر دی تھی اس کے برسوں بعد اس کی صداقت دنیا کے سامنے آئی اور وہ حضرات شہید ہو گئے۔

اس حدیث میں سرکار علیہ التحیۃ والثنا نے تین تین غیب کی خبریں دی ہیں:

❀ ایک یہ کہ یہ حضرات زندگی کی آخری سانس تک صاحب ایمان رہیں گے۔

❀ دوسری خبر یہ کہ خاتمہ بھی ایمان پر ہی ہوگا۔

❀ تیسری خبر یہ کہ موت شہادت کی ہوگی۔

اور حق یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے جیسی خبر دی تھی ویسی ہی اور اسی ترتیب سے پوری بھی ہوئی۔

۲۵ ذوالخُویصرہ تمیمی کے بے ادب گروہ کے ظہور اور ان کے احوال کی خبر:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- يَقْسِمُ، جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ ذِي الْخُوَيْصِرَةِ التَّمِيمِيُّ، فَقَالَ: اعْدِلْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: وَيْلَكَ، و مَنْ يَعْدِلُ، إِذَا لَمْ أَعْدِلْ. قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: ائذَنْ لِي فَأَضْرِبْ عُنُقَهُ. قَالَ: «دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلاتَهُ مَعَ صَلاتِهِم، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِم ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.»[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ (مالِ غنیمت) تقسیم فرمارہے تھے، اتنے میں عبد اللہ ذو الخویصرہ تمیمی آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ آپ انصاف کیجیے۔ تو آپ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر بن خطّاب نے عرض کیا: حضور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کہ اس کے کچھ ساتھی ایسے ہوں گے جن کی نماز کے آگے تم اپنی نماز کو اور جن کے روزے کے مقابل اپنے روزے کو معمولی سمجھو گے۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذُوالخویصرہ تمیمی کے جس گروہ کی خبر دی ہے وہ گروہ آج بھی پایا جاتا ہے، اور یہ وہی گروہ ہے جو حضور سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتا ہے، آپ کے بہت سے

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، كتابُ استتابة المعاندين والمرتدّين وقتالهم/ باب من ترك قتالَ الخوارج للتألُّف، مجلس البركات، مبارك فور.

فضائل کا انکار کرتا ہے مگر نمازیں اس کثرت سے پڑھتا ہے کہ ہم ان کے مقابل اپنی نمازوں کو معمولی تصور کرتے ہیں، اس "پہچان" کے لوگوں کو پہچان لیجیے تو خود ہی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب کی تصدیق ہو جائے گی۔

۴۶ قربِ قیامت میں چلنے والی پُراسرار ہوا کی حیرت انگیز تاثیر پر آگاہی اور یقینی خبر:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: «إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ رِيحًا مِنَ الْيَمَنِ أَلْيَنَ مِنَ الْحَرِيرِ فَلاَ تَدَعُ أَحَدًا فِي قَلْبِه. قَالَ أَبُو عَلْقَمَةَ: مِثْقَالُ حَبَّةٍ، وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلاَّ قَبَضَتْهُ». (۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزّوجل یمن سے ایک ہوا بھیجے گا جو ریشم سے زیادہ نرم ہوگی تو جس کے دل میں ایک دانہ برابر، یا ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ ہوا اس کی روح قبض کرلے گی۔

یہ ہوا حضرت عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے آسمان سے نزول اور دجّالِ لعین کے قتل کے بعد چلے گی جیسا کہ صحیح مسلم، کتابُ الفِتن میں حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث میں اس کا ذکر ہے اور حدیث نمبر ۱۴ کے ضمن میں حضرت نواس بن سمعان کی روایت میں بھی بیان ہوا۔

مگر فرقۂ وہابیہ کے امام کے مطابق "وہ ہوا چل چکی" جس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا سے سارے ایمان والے اٹھ گئے اب صرف کافر ہی کافر رہ گئے۔ اپنا اقرار، اپنے حق میں حجت ہوتا ہے، دوسروں پر نہیں، امام الطائفہ کو اقرار ہے کہ وہ ہوا چل چکی تو یہ ان کے اوپر حجت ہے، ان کی مرضی وہ اپنے لیے جو چاہیں اقرار کریں، لیکن ہم مسلمان یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ہوا اُس وقت چلے گی جب قیامت قائم ہونے کا وقت قریب سے قریب تر آچکا ہوگا۔ اور بہر حال اُس ہوا کے چلنے کی خبر ضرور اَخبارِ غیب سے ہے۔

امام الطائفہ کے بقول تو یہ غیبی خبر ظہور میں آچکی، پھر بھی وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے عقیدۂ غیب کو مطلقاً شرک کہتے ہیں۔ اس سے ان کی فہم حدیث کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور عمل بالحدیث کا بھی۔

۴۷ حضرت ثابت بن قیس کے حسنِ خاتمہ اور ان کے جنتی ہونے کا اظہار و بشارت:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ " يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۷۵، كتاب الإيمان/ باب مخافة المؤمن أن يحبط عمله، مجلس البركات، مبارك فور.

أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" إِلَى آخِرِ الآيَةِ. جَلَسَ ثَابِتٌ فِي بَيْتِهِ، وَقَالَ: أَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلّم- فَسَأَلَ النَّبِيُّ -صلّى الله عليه وسلّم- سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ. فَقَالَ: "يَا أَبَا عَمْرٍو مَا شَأْنُ ثَابِتٍ، أَشْتَكَىٰ؟". قَالَ سَعْدٌ: إِنَّهُ لَجَارِي، وَمَا عَلِمْتُ لَهُ بِشَكْوَىٰ. قَالَ فَأَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهُ، قَوْلَ رَسُولِ الله -صلّى الله عليه وسلّم- فَقَالَ ثَابِتٌ: أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي مِنْ أَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلَى رَسُولِ الله -صلّى الله عليه وسلّم- فَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ. فَذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلّم- فَقَالَ رَسُولُ الله: -صلّى الله عليه وسلّم-: **"بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ"**.[۱]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیتِ کریمہ: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ"[۲] (اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند مت کرو) نازل ہوئی تو حضرت ثابت اپنے گھر میں بیٹھ گئے، انھوں نے کہا کہ میں تو جہنمی ہو گیا (وہ اس خیال کے باعث) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے سے بھی رک گئے۔ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ سے دریافت کیا کہ اے ابو عمرو! ثابت کا کیا حال ہے، کیا وہ بیمار ہے؟ تو سعد نے کہا: حضور وہ میرے پڑوسی ہیں اور مجھے ان کی کسی بیماری کا علم نہیں۔

اس کے بعد حضرت سعد "ثابت" کے پاس گئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حال معلوم کرنے کی بات ذکر کی، تو ثابت نے کہا یہ آیت نازل ہوئی ہے (لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ) اور تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں میری آواز سب سے زیادہ بلند رہتی تھی۔ تو میں جہنمی ہوں۔

حضرت سعد نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ تو جنتی ہے۔

حضرت انس کی دوسری روایت میں یہ اضافہ بھی ہے:

قال: فكنّا نَراه يمشي بين أَظْهُرِنا رجلٌ من أهل الجنة.[۳]

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۷۵، كتاب الإيمان/ بابٌ في الرّيح التي تكون في قرب القيامة، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) القرآن الكريم، سورة الحجرات: ۴۹، الأية: ۲.

(۳) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۷۵، كتابُ الإيمان/ باب مخافة المؤمن أن يحبط عمله، مجلس البركات، مبارك فور.

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس ہمارے درمیان چلتے تو ہم ان کے تعلق سے یہ اعتقاد رکھتے کہ وہ جنتی آدمی ہیں۔

اس حدیث میں حضور سید عالم ﷺ نے غیب کی دو خبریں دی ہیں:

- پہلی خبر یہ کہ ثابت بن قیس بن شماس ایمان پر فوت ہوں گے،
- دوسری خبر یہ کہ جنتی ہوں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور ﷺ کو "دانائے غیوب" جانتے تھے اسی لیے وہ حضرت ثابت بن قیس کو جنتی مانتے تھے۔

۲۸ حضرت مالک بن دُخشُن کے لیے تصدیق وایمانِ قلبی کی شہادت:

أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الأَنْصَارِيّ، أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رضي الله تعالى عنه -وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الأَنْصَارِ- أَنَّهُ أَتىٰ رَسُولَ الله -صلّى الله عليه وسلَّمَ- فَقَالَ: يَا رَسُولَ الله! قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي وَإِذَا كَانَتِ الأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ. وَدِدْتُ أَنَّكَ يَا رَسُولَ الله تَأْتِي فَتُصَلِّي فِي مُصَلًّى، فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ الله -صلى الله عليه وسلم-: «سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ الله تَعَالىٰ».

قَالَ عِتْبَانُ: فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ الله -صلّى الله عليه وسلَّمَ- وَأَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ الله -صلّى الله عليه وسلَّمَ- فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى دَخَلَ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: « أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ». قَالَ: فَأَشَرْتُ إِلىٰ نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ رَسُولُ الله ﷺ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ.

قَالَ: وَحَبَسْنَاهُ عَلىٰ خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ لَهُ. قَالَ: فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فاجتمعوا، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ: أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ أَوِ ابْنُ الدُّخَيْشِنِ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لاَيُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ الله -صلى الله عليه وسلم-: لاَ تَقُلْ لَهُ ذٰلِكَ أَلاَ تَرَاهُ قَدْ قَالَ: **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، يُرِيدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ،** قَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّمَا نَرىٰ وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ. قَالَ

رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّم-: فَإِنَّ اللهَ عزّ و جلّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا الله. يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ الله.[۱]

ترجمہ: حضرت محمود بن ربیع انصاری نے مجھے خبر دی کہ حضرت عِتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ - جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُن انصاری اصحاب میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے —— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسولَ اللہ! میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارش ہوتی ہے تو وہ نالہ جو میرے اور ان کے درمیان ہے بہنے لگتا ہے۔ تو میں ان کی مسجد تک نہیں جا سکتا کہ انھیں نماز پڑھاؤں۔ میں چاہتا ہوں یا رسولَ اللہ کہ آپ میرے گھر چلیں اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیں کہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اِن شاء اللہ میں ایسا کروں گا۔ حضرت عتبان نے بتایا کہ دوسرے دن صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر سورج بلند ہونے کے بعد تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (گھر میں داخل ہونے کی) اجازت طلب فرمائی، میں نے حضور کو اجازت دی، گھر میں تشریف لانے کے بعد حضور بیٹھے نہیں، فرمایا تم کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمھارے گھر میں نماز پڑھوں، تو میں نے گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی، ہم بھی کھڑے ہو گئے اور صف لگائی۔ حضور نے دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیر دیا۔

ہم نے حضور کے لیے خزیرہ (ایک قسم کا کھانا) تیار کیا تھا، اس کے لیے روک لیا۔ اب گھر میں محلے والوں میں سے کثیر تعداد (میں لوگ) جمع ہو گئے۔ ان میں سے کسی نے کہا مالک ابن دُخشن یا دُخَیشِن کہاں ہے؟ کسی نے کہا وہ منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ مت کہو، کیا تم نہیں جانتے کہ **اس نے اللہ عزّ وجل کی رضا کے لیے لآ إلٰہ إلّا اللہ پڑھا ہے**۔ اس شخص نے عرض کیا: اللہ اور اُس کے رسول خوب جانتے ہیں، ہم اس کی توجہ اور اس کی خیر خواہی منافقین کی جانب دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی رضا کی طلب کے لیے "لآ إلٰہ إلّا اللہ" پڑھ لیا۔ اللہ نے اسے جہنم پر حرام فرما دیا ہے۔[۲]

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۶۰، كتاب الصّلاة/ باب المساجد في البيوت، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) نزهة القاري، ج: ۲، ص: ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، كتاب الصلاة، دائرة البركات، گهوسی.

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مالک بن دُخشن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا:

لَا تَقُلْ ذٰلك، أَلا تراهُ، قد قال: "لآ إله إلّا الله" يُر يد بِذٰلك وَجهَ الله.

اسے منافق مت کہو، کیا تم نہیں جانتے کہ:

"اس نے اللہ عزّوجل کی رضا کے لیے، رضا کے ارادے سے لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ کہا ہے۔"

دوسری روایت میں "يُرِيدُ بذٰلك" کی جگہ "يَبْتَغِي بِذٰلك وَجهَ الله." [1] ہے **یعنی اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اس نے کلمہ پڑھا ہے۔**

اللہ کی "رضا کا ارادہ" دل کا فعل ہے اور اللہ کی "رضا چاہنا" بھی دل کا فعل ہے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ خبر دے رہے ہیں کہ مالک بن دُخشُن نے دل سے کلمہ پڑھا ہے، اس نے اللہ کی رضا کے ارادے سے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے کلمہ پڑھا ہے، ایسا نہیں ہے کہ منافقوں کی طرح زبان سے پڑھ لے اور دل میں کفر چھپائے رکھے۔

تو اس ارشاد پاک کے ذریعہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مالک بن دُخشُن کے دل میں چھپے ہوئے ایمان و تصدیق کی خبر دی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قَدْ نصَّ النبيُّ -صلّى الله عليه وسلّمَ- علىٰ إيمانه باطِنًا و براءته من النّفاق. [2]

یقیناً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحت فرمادی کہ وہ دل سے مومن ہیں اور نفاق سے بَری۔

(۲۹) ایک بہت ہی رازدارانہ مکتوب، حاملِ مکتوب اور مقامِ گرفتاری کی حیرت انگیز خبر:

أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ الله بْنُ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا -رضي الله عنه- يَقُولُ: بَعَثَنِي رَسُولُ الله -صلّى الله عليه وسلّمَ- أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الأَسْوَدِ، وَ قَالَ: انْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً وَمَعَهَا كِتَابٌ، فَخُذُوهُ مِنْهَا. فَانْطَلَقْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلَى الرَّوْضَةِ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ، فَقُلْنَا: أَخْرِجِي

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۱۵۸، كتابُ التهجُّد / بابُ صلاةِ النوافل جماعةً. مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) المنهاج شرح الصحيح لمسلم بن الحجاج،ج:۱، ص:۴۶، كتاب الإيمان/ باب الدليل علىٰ أنّ من مات على التّوحيد إلخ، مجلس البركات، مبارك فور.

الْكِتَابَ. فَقَالَتْ: مَا مَعِي مِنْ كِتَابٍ. فَقُلْنَا: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ. فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-، فَإِذَا فِيهِ:

"مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ -صلَّى الله عليه وسلَّمَ-".

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-: يَا حَاطِبُ، مَا هٰذَا؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! لاَ تَعْجَلْ عَلَيَّ، إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ، يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي، وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلاَ ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الإِسْلاَمِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-: لَقَدْ صَدَقَكُمْ، قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ! دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ. قَالَ: إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلىٰ أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ،

فَقَالَ سُفْيَانُ: وَأَيِّ إِسْنَادٍ هٰذَا."(۱)

ترجمہ: عبید اللہ بن ابو رافع نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اور زُبیر اور مقداد بن اسود کو بھیجا، فرمایا چلتے رہو یہاں تک کہ "روضۂ خاخ" تک پہنچو، وہاں ایک ہودج نشین عورت ہوگی اس کے پاس ایک خط ہے، یہ خط اس سے لے لو، ہم چلے، ہمارے گھوڑے ہمیں دوڑاتے رہے، یہاں تک کہ روضہ تک پہنچے، وہاں ہمیں ایک ہودج نشین عورت ملی، ہم نے اس سے کہا خط نکالو، اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے کہا: "خط نکالو، یا کپڑے اتارو" اس نے خط کو اپنی چوٹی سے نکالا۔

ہم وہ خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے:

"یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے کچھ مشرکین کے نام تھا وہ مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض باتوں کی خبر دے رہے تھے۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاطب یہ کیا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ پر جلدی نہ

(۱) صحیح البخاري، ج:۱، ص: ٤٢٢، کتاب الجهاد/ باب الجاسوس، مجلس البرکات.

فرمائیں، میں قریش میں سے نہیں ہوں، ان میں آکر رہنے لگا ہوں۔ حضور کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ میں رشتہ داریاں ہیں جس کی وجہ سے وہ ان کے اہل و عیال اور اموال کی حفاظت کرتے ہیں، میں نے یہ چاہا کہ جب قریش سے میرا کوئی نسبی تعلق نہیں تو میں ان پر ایک احسان کروں جس کی وجہ سے وہ لوگ میرے رشتہ داروں کی حمایت کریں، میں نے کفر، یا ارتداد، یا اسلام کے بعد کفر پر رضا مندی کی وجہ سے ایسا نہیں کیا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب نے تم سے سچی بات کہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں، حضور نے ارشاد فرمایا: یہ بدر میں شریک ہو چکا ہے اور تمھیں کیا معلوم، اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے بارے میں یہ فرمایا ہے "اب تم جو چاہو کرو میں نے تمھیں بخش دیا"۔

سفیان نے کہا کہ اس حدیث کی سند کیا ہی عمدہ ہے۔[1]

یہ مسلمانوں کے ایک اہم جنگی راز کی جاسوسی تھی اس لیے اسے امکانی حد تک مخفی رکھنے کی کوشش کی گئی ہوگی، مگر سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی نے اس "رازِ مخفی" کو بھی اِفشا کر دیا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود سے یہ غیب دریافت کر لیا، بلکہ ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدائے علّام الغیوب کے اطلاع دینے سے آپ کو اس "رازِ مخفی" کا علم ہوا۔ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (القرآن الحکیم)

تو ثابت ہوا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیب پر اطلاع ہے اور یہ اطلاع خاص فضلِ خداوندی ہے۔

(۳۰) آخری جہنمی اور آخری جنتی کے بارے میں علم یقینی کا اظہار، اور اس پر انعاماتِ ربانی کی خبر:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّمَ-: «إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا، وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولاً الْجَنَّةَ. رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا، فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى لَهُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ،

---

(۱) نزهة القاري، ج: ٦، ص: ٢٥٤، ٢٥٥، ٢٥٦، باب الجهاد، دائرة البركات، گھوسی.

فَيَأْتِيهَا، فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلأَى، فَيَرْجِعُ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، وَجَدْتُهَا مَلأَى، فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى لَهُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلأَى، فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلأَى، فَيَقُولُ اللهُ تعالى لَهُ: اذْهَبْ، فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا.(۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں آخری جہنمی کو جو جہنم سے نکلے گا اور آخری جنتی کو جو جنت میں داخل ہوگا ضرور جانتا ہوں، یہ وہ آدمی ہے جو جہنم سے گھسٹتے ہوئے نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، جاؤ، جنت میں داخل ہو جاؤ۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ جنت میں جائے گا تو اسے خیال گزرے گا کہ وہ بھر چکی ہے تو وہ واپس چلا آئے گا، اور عرض کرے گا، پروردگار! جنت تو بھر چکی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، جاؤ، جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حضور فرماتے ہیں کہ وہ دوبارہ جنت میں جائے گا تو یہ سمجھے گا کہ جنت بھری ہوئی ہے تو واپس آجائے گا اور عرض کرے گا، میرے رب! جنت تو مجھے بھری ہوئی ملی، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ کہ تیرے لیے جنت کی وسعت وکشادگی دنیا کے برابر ہے اور اس کے دس گنا اور زیادہ ہے۔

(۳۱) جہنم سے سب سے آخر میں نجات پانے والے کی بخشش کا دلچسپ واقعہ اور اہم غیبی خبر:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-: «إِنِّي لأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولاً الْجَنَّةَ، وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا، رَجُلٌ يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَارْفَعُوا عَنْهُ كِبَارَهَا. فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوبِهِ، فَيُقَالُ: عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا. فَيَقُولُ: نَعَمْ! لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوبِهِ أَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ. فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً. فَيَقُولُ: "رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لاَ أَرَاهَا هٰهُنَا". فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.(۲)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلا شبہہ میں

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۱۰۵، كتاب الايمان/ باب إثبات الشَّفاعة، مجلس البركات.
(۲) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۱۰۶، كتاب الإيمان/ باب إثبات الشَّفاعة، مجلس البركات.

یقین کے ساتھ اُس آدمی کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اور جہنم سے سب سے بعد میں نکلے گا، یہ وہ آدمی ہے جو قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوگا تو حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے لاؤ، اور بڑے بڑے گناہ الگ رکھو۔ تو اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے پیش نظر کر دیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں، فلاں دن یہ اور یہ گناہ کیے تھے اور فلاں، فلاں دن وہ اور وہ گناہ کیے تھے، تو وہ کہے گا: ہاں! وہ انکار نہیں کر سکے گا، اور وہ ڈر رہا ہوگا کہ کہیں اُس کے بڑے گناہ بھی نہ پیش کر دیے جائیں۔ اب اس سے کہا جائے گا کہ "تیرے لیے ہر بدی کی جگہ ایک نیکی کا اجر ہے" تب وہ بول پڑے گا کہ پروردگار، میں نے کچھ اور بھی گناہ کیے ہیں جو میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ کے داڑھ کے دانت بھی ظاہر ہو گئے۔

جہنم سے رہا ہونے والے آخری جنتی کے واقعہ میں غیب دانی کے متعدّد شواہد:

ان احادیث میں حضور سید عالم ﷺ کی غیب دانی کے متعدّد شواہد موجود ہیں مثلاً:

❀ آپ کو یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ جہنم سے نکلنے والا آخری جہنمی اور جنت میں جانے والا آخری جنتی کون ہے۔

❀ اس جنتی کے سامنے پہلے اس کے گناہ صغائر لائے جائیں گے پھر ہر گناہ کو نیکی سے بدل دیا جائے گا۔

❀ ابتداءً جب وہ اپنے گناہ دیکھے گا تو خائف ہوگا، پھر لطفِ ایزدی سے اس کا حوصلہ اتنا بلند ہو جائے گا کہ وہ اپنے گناہِ کبائر کے پیش نہ ہونے کا شکوہ کرے گا۔

❀ یہ جہنم سے سرین کے بل گھسٹتے ہوئے نکلے گا۔

❀ وہ دو بار جنت میں جائے گا اور یہ سمجھے گا کہ جنت بھر چکی ہے اس لیے ہر بار واپس آکر بارگاہ الٰہی میں التجا کرے گا کہ یہ جنت تو بھر چکی ہے۔

❀ پھر اللہ تعالیٰ اس جنت کو دُنیا کے برابر، پھر اس کے دس گنا اور وسیع فرما دے گا، اور اسے حکم ہوگا کہ اب جنت میں چلے جاؤ۔

یہ شواہد ایک مسلم کو یہ مان لینے کے لیے کافی ہیں کہ حضور ﷺ خدائے کریم کی عطا سے غیبی امور کو جانتے ہیں۔

اکتیس حدیثوں کا ماحصل:

یہ اِکتیس (۳۱) احادیث ہیں جن سے مجموعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو خدائے علّام الغیوب نے بے شمار علومِ غیبیہ عطا فرمائے، انھی بے شمار میں مَا کَانَ و مَا یَکُونَ کے تمام تر غیبی علوم بھی شامل ہیں۔

ہاں! آپ کو یہ سارے علوم ایک ساتھ اور ایک ہی وقت میں نہیں عطا کیے گئے، بلکہ مختلف اوقات میں عطا کیے جاتے رہے یہاں تک کہ نزولِ قرآن کی تکمیل کے ساتھ آپ کو ابتدائے آفرینش سے قیامت تک اور جنتیوں کے جنت میں اور جہنمیوں کے جہنم میں جانے تک کے سارے غیوب عطا فرمادیے گئے۔ اللہ عزّ و جل نے اپنی کتاب کو " تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ "[1] "ہر چیز کا روشن بیان" بتایا ہے، تو اس کا مطلب یہی ہے کہ پوری کتاب ہر چیز کا روشن بیان ہے، اس لیے جمیع مَا کَانَ و مَا یَکُونُ کا علم جمیع کتاب کے نزول کے ساتھ مانا جاتا ہے۔

اس سے پہلے جزوی طور پر کچھ ایسے حالات اور واقعات پیش آسکتے ہیں جن کا علم آپ کو نہ ہو، اور بعد میں بتایا جائے، کچھ مخصوص حالات میں آپ ازراہِ تواضع بھی علم غیب کی نفی فرمادیتے ہیں یا کسی مصلحت کی بنا پر سکوت اختیار فرماتے ہیں۔

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ النحل، ۱۶، الآیۃ:۸۹.

علم غیب کی نفی کے دلائل

کتاب و سنت میں ایسے نصوص بھی پائے جاتے ہیں جن سے بظاہر آپ کے دانائے غیوب ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ مثلاً:

❶ ارشاد باری ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (۱)

ترجمہ: اے محبوب فرما دیجیے، کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ غیب کو نہیں جانتے مگر اللہ۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

حالاں کہ قرآن حکیم کی متعدّد آیات میں نبیوں و رسولوں کے غیب جاننے کا ذکر ہے تو کیا ان آیات میں۔ خدا کی پناہ۔ تعارض ہے؟

❷ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ (۲)

ترجمہ: اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، غیب اللہ ہی جانتا ہے۔

حالاں کہ متعدّد آیات کریمہ میں آپ نے پڑھا کہ اللہ کے اطلاع دینے سے نبی بھی غیب جانتے ہیں، تو کیا یہ آیت اُن آیات کے معارض ہے؟

❸ ارشاد ربّانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (۳)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی کے پاس ● قیامت کا علم ہے ● اور وہی بارش برساتا ہے ● اور جانتا ہے جو کچھ ماں کے پیٹ میں ہے ● اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا ● اور کوئی نہیں جانتا کہ

---

(۱) القرأن الحكيم، سورة النمل: ۲۷، الأية: ٦٥.
(۲) القرأن الحكيم، سورة الأنعام: ٦، الأية: ٥٩.
(۳) القرأن الحكيم، سورة لقمان: ۳۱، الأية: ۳٤.

وہ کس زمین میں مرے گا، بے شک اللہ جاننے والا، خبر دار ہے۔

یہ پانچوں چیزیں "جمیع ما کانَ و ما یکون" میں شامل ہیں اس لیے حضور سید عالم ﷺ خداے پاک کی اطلاع سے ان سارے غیوب سے واقف ہیں، بلکہ جزئی طور پر ان کی شہادتیں بھی احادیثِ نبویہ میں موجود ہیں تو کیا وہ احادیث صحیحہ، کثیرہ اِس آیتِ کریمہ کے معارض ہیں؟

حق یہ ہے کہ نہ آیاتِ کریمہ کے درمیان باہم کوئی تعارض ہے، اور نہ ہی آیات و احادیث نبویہ کے درمیان کوئی تعارض ہے؛ کیوں کہ دونوں طرح کی آیات، یا آیات و احادیث کا معنیٰ مراد الگ الگ ہے۔

اب ان کے درمیان تطبیق کی مختلف صورتیں ملاحظہ فرمائیں:

تطبیق (۱):

جن آیات و احادیث میں غیر اللہ سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں اس سے مراد غیب کا علم ذاتی ہے جو بغیر کسی کی عطا و اِطلاع کے خود ذاتِ الٰہی کے لیے ازلاً، ابداً حاصل ہے، اِسے کچھ علما "علم استقلالی" بھی کہتے ہیں کہ یہ علم، ذات الٰہی کے لیے مستقل طور پر بغیر کسی واسطے کے حاصل ہے۔

اور جن آیات و احادیث میں انبیا و سیّد الانبیا ﷺ کے لیے علم غیب کا اِثبات کیا گیا ہے وہاں اس سے مراد غیب کا علم عطائی و اِطلاعی ہے جس کے لیے کتاب و سنت میں مختلف تعبیرات اختیار کی گئی ہیں مثلاً:

- تنزیل، تِبیان
- اِطلاع علَی الغیب
- اِظهار علَی الغیب
- تعلیم
- وإعلام
- جَلاہ لِنبیّه
- وَضعَ یَدَہٗ بین کتِفَيّ.
- وغیرہ کلمات

جو اللہ عزّ و جلّ کی طرف سے غیب کا علم دیے جانے پر دلالت کرتے ہیں۔

یہ تقسیم پہلے سے علماے دین کرتے آئے، مثلاً علامہ محمد عبد الرؤوف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (۹۵۲-۱۰۳۱) لکھتے ہیں:

و أما قوله -صلّی الله تعالی علیه وسلَّمَ-: «إلّا هُو» فمفسّر بأنّه لا یعلمها أحدٌ بذاتِه، ومن ذاتِه، إلّا هو، لکن قد تُعلم بإعلام الله تعالی، فإنّ ثمّه من یّعلمها

وقد وجدنا ذلك لغير واحد.[1] إلخ.

ترجمہ: نبیِ کریم ﷺ کے ارشاد: "ان پانچ غیبوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا" سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو ان غیبوں کا **علمِ ذاتی** نہیں کہ وہ اس کی ذات سے حاصل ہوں، لیکن خدا کے بتانے سے یہ غیوب معلوم ہو جاتے ہیں اور بے شک ایسے خواص موجود ہیں جو انھیں جانتے ہیں۔

جب اثباتِ غیب کی آیات واحادیث میں علمِ غیب سے مراد علمِ عطائی واِطلاعی ہے تو یہیں سے متعیّن ہو جاتا ہے کہ نفیِ غیب کی آیات واحادیث میں غیب سے علمِ عطائی واِطلاعی کے بجائے کچھ اور مراد ہے اسی کو ہم "علمِ غیبِ ذاتی واستقلالی" سے تعبیر کرتے ہیں۔

فرقۂ وہابیہ حضرات اَنبیاے کرام وسید الانبیا علیہم الصلاۃ والسلام سے علمِ غیب کی نفی میں جتنی آیات واحادیث پیش کرتا ہے ان میں علمِ ذاتی واستقلالی کی نفی ہے کہ یہ حضرات خود بخود بغیر اللہ کے دیے اور بغیر اس کی اِطلاع کے علمِ غیب نہیں رکھتے، ان میں " اِطلاع " یا "اظہار علی الغیب" جیسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ ذہن ملے کہ ان حضرات سے علمِ عطائی کی نفی کی گئی ہے۔

ہم ساری آیات واحادیث پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے دونوں طرح کی آیات واحادیث میں انھی کے الفاظ وکلمات کے پیش نظر تطبیق دیتے ہیں، اور جو لوگ اَنبیاے کرام وسید الانبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی غیب دانی کا مطلقاً انکار کرتے ہیں وہ لوگ اثباتِ غیب کی آیات واحادیث کا انکار کرتے ہیں، آخر جب اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے انھیں علمِ غیب سے سرفراز کیا ہے جیسا کہ ہماری پیش کردہ آیات سے ثابت ہے تو اس کا انکار کیوں کیا جاتا ہے، اور نہ صرف انکار، بلکہ بڑی جرأت کے ساتھ اسے شرک بھی کہا جاتا ہے۔

تطبیق (۲):

جن آیات واحادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علمِ غیب خاصۂ خدا ہے، اللہ عزّوجلّ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان میں "علمِ غیب" سے مراد علمِ محیط، تفصیلی ہے اور جن آیات واحادیث میں خاص بندوں کے لیے علمِ غیب کا اثبات ہے ان میں "علمِ غیب" سے مراد غیر محیط، اجمالی ہے۔

(۱) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج: ۵، ص: ۵۲۶، رقم الحدیث: ۸۱۹۰، دار المعرفة، بیروت، لبنان.

ارشادِ باری ہے:

• وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (۱)

ترجمہ: اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

نیز ارشادِ ربانی ہے:

• وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا (۲)

ترجمہ: اللہ ہر چیز کو محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

• وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (۳)

ترجمہ: اور بے شک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

آیۃ الکرسی میں ہے:

• وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ (۴)

ترجمہ: اور وہ اس کی معلومات میں سے کچھ کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔

• وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (۵)

ترجمہ: اور تمھیں تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے۔

سب کچھ معلوم ہو تو "علمِ محیط" ہے اور کچھ معلوم ہو، کچھ نہ معلوم ہو تو "علمِ غیرِ محیط" ہے۔
یہ دونوں طرح کی تطبیقات پہلے کے علمانے کی ہیں چناں چہ امام اہلِ سنت لکھتے ہیں:
امام اجل ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے "فتاویٰ" پھر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے "فتاویٰ حدیثیہ" میں فرماتے ہیں:

"معناها: لا يعلم ذٰلك اِستقلالا، وعلمَ إحاطة بكلِّ المعلومات إلا اللهُ

(۱) القرأن الحكيم، سورة الأحزاب: ۳۳، الأية: ۴۰.
(۲) القرأن الحكيم، سورة النساء: ۴، الأية: ۱۲۶.
(۳) القرأن الحكيم، سورة الطلاق: ۶۵، الأية: ۱۲.
(۴) القرأن الحكيم، سورة البقرة: ۲، الأية: ۲۵۵.
(۵) القرأن الحكيم، سورة الإسراء: ۱۷، الأية: ۸۵.

تعالیٰ. یعنی آیت میں غیرِ خدا سے نفیِ علمِ غیب کے یہ معنی ہیں کہ ● غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے جاننا، ● اور ایسا علم کہ جمیعِ معلومات کو محیط ہو جائے۔ یہ اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔"(۱)

ہاں! یہ الگ بات ہے کہ علمِ مطلق اجمالی بھی بجائے خود اتنا کثیر ہے کہ علمِ ما کانَ و ما یکونَ کو شامل ہے۔

تطبیق (۳):

یا وہ آیات و احادیث جن میں بندوں سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے، ایسے وقت کی ہیں جب اللہ نے آپ کو ان واقعات کا علم نہیں دیا تھا، اس سلسلے میں امامِ اہلِ سنت، مجددِ اسلام، امام احمد رضا قدّس سرہ فرماتے ہیں:

"اور جب کہ یہ علم (جمیع مَا کانَ و ما یکون) قرآنِ عظیم کے "تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ"،(۲) (ہر چیز کا روشن بیان) ہونے نے دیا، اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمامِ کلامِ مجید کا ہے، نہ ہر آیت، نہ سورت کا۔ تو نزولِ جمیعِ قرآن شریف سے پہلے اگر بعض اَنبیا علیہم الصلاۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو: " لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ "(۳) (کچھ انبیا کے احوال تم سے نہیں بیان کیے)، یا منافقین کے باب میں فرمایا جاوے: "لَا تَعْلَمُهُمْ "(٤) (تم انھیں نہیں جانتے) تو یہ ہرگز ان آیات کے منافی اور اِحاطۂ علمِ مصطفوی کا نافی نہیں۔

الحمد للہ طائفۂ وہابیہ جس قدر قصص و روایات اور آخبار و حکایات محمد رسول اللہ ﷺ کے علمِ عظیم کے گھٹانے کو آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے سب کا جواب انھی دو فقروں میں ہو گیا۔

یہ قصص و روایات دو حال سے خالی نہیں۔

(۱) یا تو ان قصص کی تاریخ معلوم ہو گی۔ (۲) یا نہیں۔

---

(۱) ● أنباء المصطفى، ص: ۲۱، ۲۲، بریلی.

● الفتاوی الرضویة، ج: ۱۸، ص: ٦۲۲/ کتاب العقائد والکلام/ رسالہ: إنباء المصطفیٰ إمام أحمد رضا اکادیمی، بریلی.

(۲) القرأن الحکیم، سورة النحل: ١٤، الأية: ۸۹.

(۳) القرأن الحکیم، سورة المؤمن: ٤٠، الأية: ۷۸.

(٤) القرأن الحکیم، سورة التوبة: ۹، ۱۷، الأية: ۱۰۱.

(الف) اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو ان سے استناد جہالت ہے کہ جب تاریخ مجہول ہے تو ان کا تمامِ نزولِ قرآن سے پہلے ہونا صاف معقول۔

(ب) اور اگر تاریخ معلوم ہو اور وہ تاریخ "تمامیِ نزولِ قرآن سے پہلے کی ہو" تو اس سے استدلال بھی جہالت و نادانی ہے۔

(ج) اور اگر تاریخ تمامیِ نزولِ قرآن کے بعد کی ہو مگر مدعاے مخالف میں نصِّ صریح نہ ہو تو اس سے استناد بھی بے جا ہے۔

مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انھیں اقسام کی ہیں۔

اِن آیات (اِثباتِ غیب کی آیات) کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح، صریح، قطعیُ الاِفادہ نہیں دِکھا سکتے۔

... ہاں تمام مخالفین کو دعوتِ عام ہے فَأَجْمِعوا شُر کائکُمْ چھوٹے، بڑے سب اکٹھے ہوکر ایک آیت قطعی الدّلالۃ، یا ایک حدیثِ متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف، صریح طور پر ثابت ہو کہ تمامیِ نزولِ قرآن کے بعد بھی اشیاے مذکورۂ مَا کَانَ و مَا یکون سے فلاں امر حضور اقدس ﷺ پر مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا۔ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا[1] فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىٕنِیْنَ.[2] [3]

ہم یہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس محققانہ گفتگو کی تائید میں **امام الوہابیہ کے دو دلائل** نقل کرتے ہیں جو انھوں نے رسولِ مجتبیٰ ﷺ سے علم غیب کی نفی میں قائم کیے ہیں تاکہ ناظرین مثالوں کی روشنی میں سمجھ سکیں کہ ان کے مذہب کی بنیاد کس قدر کمزور ہے۔ امام الوہابیہ لکھتے ہیں:

(۴) أَخْرَجَ البخاريُّ عَن أُمِّ العَلاءِ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ -صلّی الله تعالیٰ علیه وسلّم-: وَاللهِ لَا أَدْرِي - وَ أَنَا رَسُوْلُ اللهِ- مَا يُفْعَلُ بِيْ وَ لَا بِكُمْ.[4]

---

(۱) القرآن الحکیم، سورة البقرة: ۲، الآية: ۲٤-

(۲) القرآن الحکیم، سورة يوسف: ۱۲، الآية: ۵۲-

(۳) ● رسالة: إنباء المصطفیٰ بحالِ سِرّ و أخفیٰ - (بالتقاط وتسهيل) ص: ۵، ٦، ۷-

● الفتاوی الرضوية، ج:۱۸، ص: ٦۱۲، کتاب العقائد والکلام، الإمام أحمد رضا اکادیمي، بریلي-

(٤) مشکاة المصابیح، ج: ۲، ص:٤۵٦، کتاب الرقاق/ باب البکاء والخوف، مجلس البرکات.

مشکات کے بابُ البکاء والخوف میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ نقل کیا اُمّ العلا نے کہ کہا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ: قسم اللہ کی، کہ نہیں جانتا میں -حالاں کہ میں رسول، اللہ کا ہوں- کہ کیا معاملہ ہو گا مجھ سے، اور کیا تم سے۔

یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو، نہ ولی کو۔ نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا"۔[1]

یہ استدلال کتنا مضبوط ہے، امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنیے:

- "قطع نظر اس سے کہ یہ حدیث خود آحاد ہے،...
- اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں۔
- خود احادیثِ صحیح بخاری و مسلم میں اس کا ناسخ موجود ہے کہ:

جب یہ آیتِ کریمہ: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ[2] اتری تو صحابہ نے عرض کی:

هنيئا لك يا رسولَ الله، لقدْ بيَّنَ اللهُ لَكَ مَا ذَا يُفعَلُ بكَ، فَمَاذا يُفْعَلُ بِنَا يَا رسولَ الله؟.

حضور کو مبارک ہو، خدا کی قسم، یہ تو اللہ عزّ وجل نے صاف بیان فرما دیا کہ "حضور" کے ساتھ کیا ہو گا۔ اب رہا یہ کہ: ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟

اس پر یہ آیت کریمہ اُتری:

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝[3]

تاکہ داخل کرے اللہ، ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں، جن کے نیچے نہریں بہتیں، ہمیشہ رہیں ان میں، اور مٹا دے اُن سے اُن کے گناہ۔ اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔[4]

---

(١) تقوية الإيمان ص: ٢٣، الفصل الثاني في ردِّ الإشراك في العلم، راشد كمپنى، ديو بند.
(٢) القرآن الحكيم، سورة الفتح، ٤٨- الآية: ٢.
(٣) القرآن الحكيم، سورة الفتح: ٤٨، الآية: ٥.
(٤) ● رسالة: إنباء المصطفىٰ بحال سِرّ و أخفى، ص: ٨، رضوى كتب خانه، بريلي شريف.
● الفتاوى الرضوية، ج:١٨، ص: ٦١٣، كتاب العقائد والكلام/ رسالة إنباء المصطفى، إمام أحمد رضا اكاديمي، بريلي.

اس اقتباس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(الف) امام الطائفہ نے حضور سید عالم ﷺ سے علمِ غیب کی نفی کے لیے جو حدیث نقل کی ہے وہ اَخبار آحاد سے ہے جب کہ آپ کے لیے علمِ غیب کا ثبوت قرآن حکیم کی آیاتِ قطعیہ سے ہے اور آیاتِ قطعیہ کے مقابل خبرِ واحد سے۔ جو ظنی ہے۔ استدلال بے جا ہے۔

(ب) صحیح بخاری و صحیح مسلم کی مذکورہ بالا حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ امام وہابیہ کی مستند حدیث، آیتِ کریمہ " لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ " سے پہلے کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو یہ معلوم ہے کہ آپ کے ساتھ اللہ کیا معاملہ فرمائے گا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے صحابہ کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا، اور وہ "فوزِ عظیم" ہے۔ بلکہ جب قرآن میں آگیا کہ اللہ تعالیٰ حضور کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا تو وہ تو سبھی کو معلوم ہو گیا۔ اسی لیے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ حضور کو یقیناً یہ معلوم ہے کہ اللہ عزوجل آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔

تو • ایک تو خبرِ واحد • دوسرے ظنّی • وہ بھی منسوخ کا سہارا لے کر سرورِ کائنات ﷺ کی شان گھٹانا کتنی بے جا بات ہے۔

یہ ہے امامِ اہلِ حدیث کا فہمِ حدیث۔

نیز امام اہل سنت فرماتے ہیں:

اور اس کا یہ قول کہ " حضور ﷺ کو اپنے اور اپنی امت کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں " کفر ہے کہ یہ بہت سی روشن آیات کا انکار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ۔ (۱)

ترجمہ: (اے محبوب!) یقیناً آپ کی آخرت، دنیا سے بہتر ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے: وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ۔ (۲)

ترجمہ: یقیناً عن قریب آپ کو آپ کا رب اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ الضحی: ۹۳، الأیۃ: ٤.
(۲) القرآن الحکیم، سورۃ الضحی: ۹۳، الأیۃ: ٥.

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ۔[1]

ترجمہ: اس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی کو، نہ ایمان والوں کو جو آپ کے ساتھ ہیں۔ ان کا نور ان کے آگے، پیچھے دوڑ رہا ہو گا۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔[2]

ترجمہ: عن قریب آپ کو آپ کا رب "مقامِ محمود" عطا فرمائے گا۔

نیز فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔[3]

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ، تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

نیز فرماتا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۔[4] ☆ على قراءة الرفع قراءة ابن كثير و عامر.

ترجمہ: برکت والا ہے اللہ، وہ اگر چاہے تو تمھارے لیے اس (خزانے و باغ سے جس کی طلب یہ کافر کر رہے ہیں) سے بہتر کر دے جنّتیں، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی اور تمھارے لیے اونچے محلات بنائے گا۔

ان آیات کی تفسیر و تشریح میں جو احادیث متواتر المعنیٰ وارد ہیں وہ تو ایک بحرِ بے کراں ہیں مگر یہ لوگ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے۔[5]

---

(۱) القرأن الحكيم، سورة الفتح: ٤٨، الأية: ٨.

(۲) القرأن الحكيم، سورة الإسراء: ١٧، الأية: ٧٩.

(۳) القرأن الحكيم، سورة الأحزاب: ٣٣، الأية: ٣٣.

(٤) القرأن الحكيم، سورة الفرقان: ٢٥، الأية: ١٠.

(٥) ● الدولة المكية، النظر الأول، ص: ٢٨، ٢٩، ٣٠، النظر الأول من القسم الأول، استانبول.

● رسالة: إنباءُ المصطفى بحال سرِّ واخفىٰ، ص: ٢٣، ٢٤، رضوی كتب خانه، بريلي.

● الفتاوى الرضوية، ج:١٨، ص: ٦٢٣، كتاب العقائد والكلام/رسالہ: إنباء المصطفىٰ، إمام أحمد رضا اكاديمي، بريلي.

(۵) امام الوہابیہ مشکات کے بابُ إعلانِ النکاح سے بخاری شریف کی ایک حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں:

"ربیع ایک بی بی تھیں انصار میں سے، ان کی شادی میں پیغمبر خدا تشریف لائے اور ان کے پاس آبیٹھے، سو ان لوگوں کی کئی چھوکریاں کچھ گانے لگیں، اس میں پیغمبر خدا کی تعریف میں یہ بات کہی (و فینا نبيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ[1]) کہ "ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آیندہ کی باتیں جانتے ہیں"۔ **سو اس کو پیغمبر خدا نے منع کیا،** اور فرمایا کہ "یہ بات مت کہہ، اور جو کچھ پہلے گاتی تھیں وہی گائے جاؤ"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انبیا و اولیا یا امام یا شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں، بلکہ حضرت پیغمبر کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔"[2]

حدیث مذکور سے ظاہر یہ ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گانے بجانے کی محفل میں نعت شریف کا کوئی شعر یا مصرعہ پڑھنا ناپسند کیا، اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ حضور کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک فی العلم، یا غلط ہے۔

اس بارے میں **امام اہل سنت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ یہ لکھا:**

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لَھْوِ مُباح میں تو اپنا ذکرِ کریم ناپسند فرمایا اور انصار کی کمسن لڑکیوں نے شادی کی تقریب کے بعد گانے میں یہ مصرع پڑھا:

"وَ فِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ"۔ ہم میں وہ نبی ہیں جو آیندہ کی باتیں جانتے ہیں۔

تو ان کو منع فرما دیا: دَعِي هٰذِهِ و قُولِي بِالَّذي كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ۔ اسے رہنے دو، اور وہی کہے جاؤ جو کہہ رہی تھیں۔

---

(۱) • صحیح البخاري، ج:۲، ص: ۷۷۳، کتاب النکاح / باب ضرب الدّفّ في النکاح والولیمة، مجلس البرکات، مبارك فور.

• مشكاة المصابيح، ج:۲،ص: ۲۷۱، کتاب النکاح / باب إعلان النکاح والخطبة والشرط، مجلس البرکات، مبارك فور.

(۲) تقوية الإيمان ص: ۲۲، ۲۳، الفصل الثاني في ردِّ الإشراك في العلم، راشد کمپنی، دیو بند.

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدّس سرّہ العالی "اِحیاء العلوم شریف" کتابُ مسئلۃِ السّماع میں فرماتے ہیں:

وَ لِذَا لَمَّا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بیتَ الرُّبَیِّع بنتِ مُعوِّذٍ و عندها جَوَارٍ یُغَنِّیْنَ، فَسَمِعَ إحداهُنّ تقولُ: "وَ فِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ" عَلٰی وَجْهِ الغناءِ. فَقَالَ- صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلّمَ-: دَعِيْ هٰذَا وَ قُوْلِي مَا کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ.

وهٰذِهِ شَهَادَةٌ بِالنّبوّة فَزَجَرَها عَنْها، وَ رَدَّها إلى الغِنَاءِ الَّذِی هُوَ لَهْوٌ؛ لِأنّ هٰذا جِدٌّ مَحْضٌ، فلا یُقرَن بصورةِ اللّهوِ.(۱)

"یعنی یہ مصرع حضور اقدس ﷺ کی نبوت کی گواہی تھا کہ خدا کے بتانے سے اصالۃً غیب کا جاننا نبوت ہی کی شان ہے تو حضور پُر نور ﷺ نے نہ چاہا کہ اسے صورتِ لہو میں شامل کیا جائے، لہٰذا اس سے روک دیا۔"

وہابیہ اس حدیث کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، بات صرف اتنی تھی۔

اگر حضور "نسبتِ علمِ غیب" ہی ناپسند فرماتے تو کن سے ۔؟ کم فہم عورتوں سے، وہ بھی لڑکیوں سے۔؟ اور جب مرد عاقل "مالک بن عوف ہوازنی" رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا قصیدۂ نعتیہ حضور میں عرض کیا ہے، جس میں فرمایا:

"وَ مَتیٰ تَشَا یُخبِرْكَ عَمَّا فی غَدٍ- تو جب چاہے یہ نبی تجھے آئندہ کی باتیں بتادیں" تو ان پر کیوں نہ انکار فرمایا، حالاں کہ انھوں نے تو ان لڑکیوں سے بہت زیادہ کہا جس سے قیامت تک کے کُل غیبوں کا بالفعل حضور اقدس ﷺ کو معلوم ہونا، یا کم از کم اُن کا جان لینا حضور کے اختیار میں دے دیا جانا ظاہر... انکار فرمانا درکنار، حضور پر نور ﷺ نے اس قصیدے کے صلے میں ان کے لیے کلمۂ خیر فرمایا اور انھیں خلعت پہنایا اور انھیں ان کی قوم ہوازن و قبائل ثمالہ و سلمہ و فہم پر سردار مقرر فرمایا کما رواہ المعانی (أبو الفرج المعاني بن زکریا النهروالي) في "الجلیس والأنیس" بطریق الحرماذی عن أبي عبیدة بن الجرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و ابن إسحاق عن أبي وجزة

(۱) إحیاء العلوم، ج: ٦، ص: ١١٧٥، کتابُ أداب السّماع و الوجد / الباب الثاني في أثار السّماع و آدابه / المقام الثاني، دار الشعب، قاهره.

یز ید بن عبید السعدي.(۱)

اِس اقتباس سے یہ افادات حاصل ہوئے۔

(الف) بچیوں نے یہ پڑھ کر کہ: "ہم میں وہ نبی ہیں جو آیندہ کی باتیں جانتے ہیں" نبوت کی شہادت دی ہے کہ "نبوّت" کے معنی ہی ہیں "غیب کی خبر دینا"(۲) اور نبی ﷺ "شہادتِ نبوت" سے نہیں روک سکتے۔

(ب) اس کلمہ سے روکنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ آیندہ کی باتیں نہیں جانتے، اور یہ وجہ کیسے ہو سکتی ہے جب کہ خود آپ نے احادیث صحیحہ میں بار بار اس کا اعلان فرمایا ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نعتِ نبی اور شہادتِ نبوت جیسی عظیم چیز کا ذکر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گانے بجانے کی محفل میں پسند نہ فرمایا، گو وہ گانا، بجانا مباح تھا کہ مُعظّمات کا ذکر مجلسِ معظّم میں ہونا چاہیے۔

(ج) یہی وجہ ہے کہ حضرت مالک بن عوف ہوازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ مصرع پڑھا:

"وَ مَتیٰ تَشَا یُخْبِرْكَ عَمَّا فِي غَدٖ"

"تو جب چاہے یہ نبی تجھے آیندہ کی باتیں بتادیں"

تو حضور سید عالم ﷺ نے انھیں نہ روکا، حالاں کہ یہ کلمہ: "وَ فِینا نبيٌّ یَعْلَمُ مَا في غَدٍ" سے بڑھ کر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت مالک "بارگاہِ عرش جاہ" میں پڑھ رہے تھے، نیز اس میں عموم بہت ہے۔

---

(۱) • الفتاوی الرضویة، ج: ۱۰، النصف الاخیر، ص: ۲۶، ۲۷، رسالہ: الکشف شافیا، کتاب الحظر و الإباحة.

• الفتاوی الرضویة، ج:۱۵، ص: ۷۵٤، کتاب الحظر والإباحة ، الإمام أحمد رضا اکادیمی، بریلی.

• الجلیس الصالح والأنیس الناصح للإمام المعافي عن أبي عبیدة بن الجرّاح رضی اللہ تعالی عنه ، ج:۱ ،ص: ٤٧٣، ٤٧٤ ، احسن ما قیل فی وصف الماء، المکتبة الشاملة.

(۲) امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

النبوّة: هي الإِطْلَاعُ عَلَی الغَیْبِ۔ نبوت کا معنی ہے غیب کی اطلاع دینا، آگاہ کرنا۔ عربی لغت کی کتاب المنجد میں ہے: و النّبوّة: الإخبارُ عن الغیب أو المستقبلِ بإلهام مِن الله ... الإخبار عن الله و ما یتعلّق به۔ اللہ کے اِلہام کے ذریعہ غیب یا آیندہ کی خبر دینا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی ذات وصفات کے بارے میں خبر دینا۔ (ص:۷۸۴) ۱۲ منہ

ممکن ہے کسی کو یہ شبہہ ہو کہ حضرت مالک بن عوف کی حدیث صحاح میں نہیں ہے اس لیے اس سے استدلال ضعیف ہے۔

مگر یہ شبہہ اس لیے ناقابلِ اعتنا ہے کہ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مصرع کثیر احادیث صحاح، بلکہ احادیث صحیحین کا خلاصہ ہے جن کا ایک انتخاب ہم نے گزشتہ اوراق میں پیش کیا۔

واقعہ یہ ہے، مگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانے کے لیے امام الطائفہ نے اسے کیا سے کیا بنا ڈالا۔

اس پوری بحث کا حاصل یہ ہوا کہ:

(۱) غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور یہ "علمِ ذاتی" ہے جو بغیر کسی کے دیے اسے اپنی ذات سے حاصل ہے۔ اور بلا شبہہ علم ذاتی خدا ے وحدہٗ لاشریک کے ساتھ خاص ہے، یہ مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم خاص سے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بے شمار علوم غیب عطا فرمائے اور انھیں مَا کانَ و ما یکون کے غیبوں پر اطلاع بخشی۔ یہ "علمِ عطائی" ہے جو بندوں کے ساتھ خاص ہے، یہ علم اللہ تعالیٰ کے لیے ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی اسے عطا کرنے والا نہیں۔

(۳) کسی بندے کے لیے "اللہ کا سا علم" ماننا شرک ہے۔ امام اہل سنت، مجدد اسلام لکھتے ہیں:

"علم ذاتی اللہ عزّ و جلّ سے خاص ہے، اس کے غیر کے لیے محال ہے، جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔"(۱)

واضح ہو کہ "اللہ کا سا علم" علمِ ذاتی و علم محیط تفصیلی ہے جو خدا کے ساتھ خاص ہے اور کسی بھی بندے کے لیے ناممکن و محال ہے۔

(۴) ہم اہل حق - اہل سنت و جماعت - انبیا و مرسلین علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے یا کسی بھی بندے کے لیے "علمِ ذاتی" اور علم محیط، تفصیلی نہیں مانتے، بلکہ صرف اور صرف علم عطائی، اِجمالی مانتے ہیں۔

(۵) فرقۂ اہل حدیث کے امام، انبیا، و مرسلین کے لیے "علم عطائی" ماننے کو بھی "اللہ کا سا

---

(۱) ● خالص الاعتقاد، ص:۹، ۱۰، رضا اکادیمی، ممبئی
● الدولة المكية بالمادة الغيبية، ص: ۱۳، النظر الأوّل من القسم الأول، استانبول.
● الفتاوی الرضوية، ج:۱۸، ص: ۵۷۱/ كتاب العقائد والكلام/ رسالة: الدولة المكيّة، إمام أحمد رضا اكاديمي، بريلي.

علم" بتاتے اور اسے "شرک" ٹھہراتے ہیں مگر یہ سو فیصد غلط ہے۔ اسے "اللہ کا سا علم" اور "شرک" ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ:

- اس کے قائلین کتاب اللہ کی آیتوں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں سے یہ ثابت کریں کہ اس خدائے غنی و بے نیاز کا علم عطائی ہے،
- ساتھ ہی یہ بھی واضح کریں کہ اسے علم غیب کس نے عطا کیا اور کب عطا کیا؟

نام اس فرقے نے اپنے لیے بڑے اچھے اچھے تجویز کیے "اہلِ حدیث، اَثری، سَلفی"، اس لیے ہم گزارش کرتے ہیں کہ اپنے نام کی کچھ تو لاج رکھیے، "اہل حدیث" ہیں تو حدیث پیش کیجیے، "اثری" ہیں تو "اثر" لائیے "سلفی" ہیں تو سلف صالحین سے نقل پیش کیجیے کہ اللہ کا علم عطائی ہے، اور فلاں نے، فلاں وقت اسے عطا کیا، اگر نہیں پیش کر سکتے اور ہرگز ہرگز نہیں پیش کر سکتے تو توبہ کر کے زمرۂ اہل حق میں شامل ہو جائیے۔

علمِ الٰہی اور علمِ نبوی میں طرح طرح سے بنیادی فرق کی وضاحت

ہم اس باب میں امامِ اہل سنت، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے "علمِ الٰہی" اور "علمِ نبوی" کے درمیان فرق واضح کرنا چاہتے ہیں تاکہ اہل انصاف پر یہ عیاں ہو جائے کہ ہم اہلِ سنت نبیِ کریم ﷺ کے لیے ہرگز ہرگز "اللہ کا سا علم" نہیں مانتے۔ آپ ارقام فرماتے ہیں:

- اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا علم عطائی۔
- اللہ تعالیٰ کا علم اُس کی ذات کے لیے واجب ہے اور مخلوق کا علم اس کی ذات کے لیے ممکن۔
- اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، سرمدی، قدیم، حقیقی ہے کہ ہمیشہ سے ہے۔ ایسا نہیں کہ پہلے نہ تھا، پھر ہوا۔ اور مخلوق کا علم حادث، کہ پہلے نہ تھا، پھر ہوا۔
- اللہ تعالیٰ کا علم غیر مخلوق ہے اور مخلوق کا علم مخلوق ہے۔
- اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے زیر قدرت نہیں اور مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے زیر قدرت و زیر اختیار ہے۔
- اللہ کا علم باقی رہنا واجب ہے اور مخلوق کا علم ایسا نہیں، اس کا فنا ہونا ممکن ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیّر محال ہے اور خلق کے علم میں تغیر ممکن۔

ومع هذه التفريقات لا يتوهّم المساواةَ إلّا الّذين أعمَى اللهُ أبصارَهم.(۱)

---

(۱) الدولة المكية بالمادة الغيبية، ص: ۳۰، النظر الثاني من القسم الأول، استانبول.

نیز فرماتے ہیں:

● کسی مخلوق کا معلوماتِ الٰہیہ کو بتفصیلِ تام، محیط ہو جانا شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی، بلکہ اگر تمام اہلِ عالم۔ اگلے، پچھلوں۔ سب کے جملہ علوم جمع کیے جائیں تو اُن کو علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصّے کو دس لاکھ سمندروں سے ہے۔[1]

نیز لکھتے ہیں:

علم ذاتی اور علم محیط تفصیلی اللہ عزّ وجلّ کے ساتھ خاص ہیں، بندوں کے لیے صرف یک گونہ علم بعطاے الٰہی ہے۔[2]

نیز فرماتے ہیں:

ہم نہ علمِ الٰہی سے مساوات مانیں، نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور بعطاے الٰہی بھی **بعضِ علم** ہی ملنا مانتے ہیں۔[3]

علم الٰہی اور علم نبوی میں ایسے واضح فرق اور روشن تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی اسے ''اللہ کا سا علم'' اور ''شرک'' کہے تو بلا شبہہ یہ بڑی زیادتی ہے۔

---

(۱) ● خالص الاعتقاد ص: ۱۰.

● الفتاوى الرضوية، ج:۱۸، ص: ۵۷۱، ۵۷۲، كتاب العقائد والكلام، الإمام أحمد رضا اكاديمي، بريلي.

● الدولة المكيّة، ص: ۲۱، ۲۲، النظر الأول من القسم الأول، استنابول.

(۲) ● خالص الاعتقاد، ص: ۱۱.

● الدولة المكية، ص: ۳٦، النظر الثالث، استانبول.

● الفتاوى الرضوية، ج:۱۸، ص: ۵۷۲/كتاب العقائد والكلام/ رسالة: الدولة المكيّة، إمام أحمد رضا اكاديمي، بريلي.

(۳) ● خالص الاعتقاد ص: ۱۱.

● الفتاوى الرضوية، ج:۱۸، ص: ۵۷۲، كتاب العقائد والكلام، إمام أحمد رضا اكاديمي، بريلي.

● الدولة المكية، النظر الخامس.